إن هذه تذكرة فمن شاء اتخذ إلى ربه سبيلا

مآثر صدیقی

موسوم بہ

سیرت والاجاہی

حصہ اول

یعنی

سوانح و حالات خاندانی امام الربانیین و زبدۃ المفسرین آقا و مولائی امیر الملک والاجاہ نواب سید صدیق حسن خان حسینی البخاری قنوجی شوہر رئیسہ خلد مکان علیا حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ جی سی ایس آئی سی آئی جی سی آئی ای فرمانروائے ریاست بھوپال تغمدہ اللہ بالرحمۃ والرضوان

تالیف

ابو نصر سید محمد علی حسن خان المخاطب بہ صفی الدولہ حسام الملک صانہ اللہ تعالیٰ عن شرور الزمان

باہتمام [illegible] کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ مطبع

[illegible] مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں چھپی [illegible]

صحت نامہ مآثر صدیقی حصہ اول

صفحہ	سطر	خطا	صواب	صفحہ	سطر	خطا	صواب
دیباچہ ۱۱	۱۴	بسببہ	بمسببۃ	۱۷	۱۶	تُھْلِکَ	تُھْلِکَ
۱۲	۴	الذینَ	الذینُ	۱۷	۱۶	اَمَرْنَا	اَمَّرْنَا
۱۲	۴	اِجْتَمِعَا	اِجْتَمَعَا	۱۷	۱۶	اِذْ	اِذَا
۱۲	۴	اللہَ	اللہُ	۱۹	۱۴	اَسْئَلَ	اَسْئَلُ
۱۴	۱۰	اللہُ	اللہَ	۱۹	۱۴	اللہُ	اللہَ
۱۴	۱۰	یُحُدِثُ	یُحَدِثُ	۲۱	۱	بن ذلید	بن ولید
۱۵	۶	الانسانَ	الانسانُ	۳۰	۴	احتاک	اختاک
حصہ اول ۴	۴	یحیٰی	یحیٰی	۳۲	۱۱	نِعمتہٖ	نِعمتہٖ
۹	۶	الاقترمین	الاقربین	۳۹	۱۵	ھذاالاخ	ھذالاخ
۹	۱۲	سائرالیومِ	سائرالیوم	۳۹	۱۶	اِن لایتردد	اَن لایتردد
۱۴	۵	بارِکْ	بارَکْ	۳۹	۱۶	اِن لایحضن	اَن لایحضر
۱۴	۶	یَااَیُّھَاالذین	یَااَیُّھَاالذینَ	۴۰	۱	اِن یتوجَّہ	اَن یتوجَّہ
۱۴	۱۲	صلم	صلعم	۴۵	۱۱	ٹی	بھی
۱۵	۷	سہ شبہ	سہ شنبہ	۵۱	۱۴	ظرح	طرح
۱۶	۴	اِمرِءٍ	اُمرَءٍ	۵۵	۱۵	وظرئف	وظائف
۱۶	۴	بالیف	بالسَّیفِ	۵۵	۱۵	عبدالقاد	عبدالقادر

صفحہ	سطر	خطا	صواب
۵۵	۱۷	اہلِ ست	اہلسنت
۵۶	۷	رسولہٖ	رسولہ
۷۷	۹	رحمنۃ	رحمتہ
۷۷	۱۲	للاجازۃ	الاجازۃ
۸۰	۷	انفاس	انفاس
۸۰	۷	نعینہا	بعینہا
۸۰	۷	لمنیل	لینیل

صفحہ	سطر	خطا	صواب
۸۰	۹	تخاکی	تحاکی
۸۰	۹	راقصیا	راقصًا
۸۰	۱۳	بقلبلب	لقلبك
۸۲	۴	دود	ذرو
۸۴	۱۷	لاتخصی	لاتحصی
۸۸	۱۱	فذلك	فذالك
۱۰۷	۸	البیع	السبع

فہرست مضامین مآثر صدیقی حصۂ اوّل

(دیباچہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

زلافِ حمد و نعت اولیٰ است بر خاکِ ادب خُفتن ÷ سجودے میتوان کردن درودے میتوان گُفتن

الولد الحر یقتدی بآبائہ الغر

(شریف آزاد لڑکا اپنے سلف صالحین کی پیروی کیا کرتا ہے)

اسلاف کرام کے حالات اور تاریخی واقعات عالمِ انسانی کے وہ مخصوص عناصر ہین جنکی ترکیب امتزاجی سے ہر ایک قوم کی حیات ملّی و تمدّنی کا قوام تیّار ہوتا ہے غالباً اسی نکتہ کو ملحوظ رکھکر کتب آسمانی مین اقوام عالم کے حالات اور حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہ کے تذکرون کو تاسیس قومیت اور تعمیر ملت کا سنگ بنیاد قرار دیا گیا ہے اور اسی اساس مستحکم پر تمام بنی نوع انسان کی ترقی سعادت دنیوی و اُخروی کی عالیشان عمارت قائم کی گئی ہے جہان کہین بھی کوئی انسانی نسل یا قوم آباد ہے وہان اُس کے ساتھ کچھ نہ کچھ قومی تاریخ اور اسلاف کے تذکرے بھی موجود پائے جاتے ہین خواہ وہ زبانی روایات فخریہ نظم اور جنگی رجز کی شکل مین ہون یا نقوش و تصاویر و الواح اور

حروف وکتابت کی صورت مین آج دنیا کی بڑی بڑی نسلین اور قومین مثلاً یونانی ۔ کلدانی ۔ مصری ۔ فارسی ۔ عبری ۔ ہندی عربی ۔ سب اسی قومی تاریخ اور اسلاف کے تذکرون کی بدولت زندہ ہین ۔

تمام اقوام عالم مین اہل عرب کو چونکہ قدیم الایام سے تحفظ انساب اور شاعری کیطرف خاص انہماک داعتنا رہاہے یہانتک کہ وہ اپنے گھوڑون اور اونٹون تک کے نسب نامون کو ازبر یاد رکھا کرتے تھے ۔ اور اپنی قومی روایات اور ایّام العرب کے معرکون کو رزمیہ اشعار کے سانچون مین ڈھال کر بڑے بڑے مواقع جنگ مین بطور رجز پڑھا کرتے تھے ۔ اسلئے اُنکو قومی تاریخ اور تذکرۂ اسلاف مین ہمیشہ ایک مخصوص و ممتاز خصوصیت حاصل رہی ہے ۔ لیکن اسلام سے قبل تاریخی واقعات مین کوئی تسلسل نہین پایا جاتا تھا ۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ ان کی مثال ایسی تھی جیسے کوئی شاہراہ مختلف سیلابون کی طغیانیون سے جابجا مندرس ہو جاتی ہے ۔

جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا اور جمع و تدوین کتب کی جانب مسلمانون کی توجہ مبذول ہوئی تو سب سے پہلے اسکی تابناک شعاعون نے فن تاریخ پر اپنی روشنی ڈالی یہ فخر اوّلیت مسلمانون ہی کو حاصل ہے کہ اُنھون نے گلشدہ رون کتبون اور آثار قدیمہ کے ذریعہ سے اُصول تاریخ کو منضبط اور مسلسل کیا ۔ اور اپنی قوّت حافظہ اور ذہانت سے ایک عام شاہراہ بنادی ۔ اسی بنا پر ایک حکیم نے تاریخ کی تعریف یہ کی ہے کہ تاریخ

اُن حالات وواقعات کے پتہ لگانے کا نام ہے جن سے یہ دریافت ہو۔ کہ موجودہ زمانہ گذشتہ زمانہ سے کیونکر بطور نتیجہ پیدا ہوا۔

جس شخص نے کتب اسماء الرجال اور سیر سلف الصالحین اور طبقات مشاہیر کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس حقیقت واضحہ کی تصدیق کرسکتا ہے کہ آغاز اسلام سے دو صدی کے اندر ہی اندر مورخین اسلام کی کوششوں سے ایک ایسا عظیم الشان تاریخی سرمایہ فراہم ہوگیا۔ جو علوم۔ فنون۔ تمدن۔ معاشرت۔ مذہب۔ اخلاق۔ عادات۔ اوضاع رسوم۔ نظام حربیہ اور انتظام ملکی۔ ہر طرح کے معلومات وواقعات پر شامل تھا۔ البتہ ایک بڑی کمی یہ تھی کہ تاریخی واقعات میں کوئی سلسلہ علت ومعلول کا قائم نہ تھا نہ اُنکی صحت وروایت کا بجز روایات لفظی کے کوئی معیار قرار دیا گیا تھا۔ حالانکہ تاریخ ایک ایسا فن ہے جسکی بنیاد سراسر واقعات پر مبنی ہے اسمیں رائے وقیاس ووہم کو مطلق دخل نہیں اسی ضرورت پر نظر کرکے علامہ ابن خلدون نے آٹھویں صدی میں فلسفہ تاریخ کی بنیاد ڈالی اور نہایت احتیاط ودور اندیشی کے ساتھ اصول درایت منضبط کئے اور تصحیح واقعات کے دو معیار قرار دیے۔ روایت[۱] ودرایت[۲]۔

(۱) روایت کے لئے یہ ضروری شرط ہے کہ راوی اول ایسا شخص ہو جو واقعہ کے وقت بذات خود موجود ہو اور اُس نے بچشم خود اُس کا مشاہدہ کیا ہو۔ اور اصل واقعہ کی جزئی وکلی کمیت وکیفیت کا علم ہو اور جو رواۃ اس واقعہ کے ناقل ہوں وہ ذی عقل ثقہ معتبر اور صاحب بصیرت ہوں۔

(۲) درایت کے اصول یہ ہین (۱) ماخذ کا تلاش کرنا (۲) بے تعصبی سے کام لینا (۳) عام اصول عادت سے واقعہ کی مطابقت کرنا۔ یا جس شخص سے وہ واقعہ متعلق ہو اس کے عام عادات و اخلاق و مذہب کو پیش نظر رکھ کر حقیقت حال کا پتہ لگانا (۴) اصول عقلی سے واقعہ کی تنقید کرنا (۵) واقعہ کے امکان کو جرح و تعدیل پر مقدم رکھنا۔ کیونکہ اگر واقعہ کا ہونا ممکن ہی نہو تو راوی کا عادل یا ثقہ ہونا بیکار ہے۔ امکان سے مراد امکان عقلی نہین ہے بلکہ اصول عادت اور قواعد تمدن کی روسے ممکن ہونا مراد ہے۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون اپنی کتاب کے دیباچہ مین لکھتے ہین:-

ان الاخبار اذا اعتمد فیہا علی مجرد النقل ولم تحکم اصول العادۃ و قواعد السیاسۃ وطبیعۃ العمران والاحوال فی الاجتماع الانسانی ولا قیس الغائب منہا بالشاہد والحاضر بالذاہب فربما لم یومن فیہا من العثور۔	یعنے خبرون مین اگر صرف نقل روایت پر اعتماد کرلیا جائے اور اصول عادت اور قواعد سیاست اور انسانی جماعت کے اقتضا کا لحاظ اچھی طرح نہ رکھا جائے اور غائب کو حاضر پر اور حال کو ماضی پر قیاس نہ کیا جائے تو اکثر خطا اور لغزش ہوگی۔

اگرچہ یہ کچھ کم حیرت کی بات نہین ہے کہ علامہ ممدوح خود اپنی تاریخ مین ان دونون اصول کو ملحوظ نہ رکھ سکے لیکن ان اصول کی بنا پر فن تاریخ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوگئی اور لوگون مین تاریخی مذاق پیدا ہوگیا۔ اور فن تاریخ ترقی کرتا گیا۔ مورخین ہندوستان نے بھی مورخین عرب کے نقش قدم پر چل کر بہت سے۔ سلف صالحین۔ مشاہیر ملت

سلاطین و وزرا۔ علماء ربانی۔ اور عارفان باللہ کے حالات مین کتابین لکھین۔ مگر یہ لوگ بھی اُصول روایت و درایت کو اکثر نظر انداز کرتے رہے۔ اسکے علاوہ جو چیزین تاریخ و تذکرہ کی جان ہین مثلاً اخلاق و عادات۔ تمدن و معاشرت یہی اُنکی تاریخون اور تذکرون مین مفقود ہین۔ چنانچہ سلاطین ماضیہ کے حالات مین فتوحات اور خانہ جنگیون کے سوا ان چیزون کا بہت کم پتہ لگتا ہے۔ اسی طرح حضرات صوفیاے کرام اور علماے عظام کے حالات مین خوارق عادات اور کرامات کے علاوہ ان چیزون کا کہین پتا نہین لگتا۔

علامہ شبلیؒ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ "فن تاریخ ہمیشہ اُن لوگون کے ہاتھ مین رہا جو فلسفہ اور عقلیات سے آشنا نتھے اسلئے فلسفۂ تاریخ کے اُصول و نتائج پر اُن کی نظر نہین پڑ سکتی تھی"۔ اسمین کچھ شبہہ نہین کہ ہندوستان مین علامۂ ممدوح پہلے شخص ہین جنھون نے فلسفۂ تاریخ کے اُصول روایت و درایت پر اپنی تاریخی تصنیفات کی بنیاد رکھی۔ اور جس دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی کے ساتھ مختلف عنوانون کے تحت مین اُنھون نے نہایت مُفید جزئی و کُلّی حالات کا استقصا کیا وہ انھین کا حصّہ تھا۔

علامۂ ممدوح کی تالیف و تصنیف نے ارباب قلم کے لئے ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا اور اہل ہند مین تاریخی مذاق پیدا کر کے گویا ایک صلاے عام دیدی اسلیے چند دنون مین بہت سی سوانح عمریان جمع و مرتّب ہو کر مشتہر ہو گئین۔ اور تھوڑے عرصہ مین ایک عظیم الشان ذخیرہ تاریخی واقعات اور اسلاف کے حالات کا فراہم ہو گیا۔ مگر جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ بہت سے پُر آب و تاب واقعات اور شخصی حالات ایسے ہوتے ہین جو منظر عام کی روشنی مین چمکتے ہین لیکن

جب چشم بصیرت سے اُنکی صحت اور قوت دلیل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک چمکدار چیز سونا نہیں ہوا کرتی یہ ہی حال مصنفین اور مولفین کا ہے کوئی مصنف خواہ کیسا ہی ذی رتبہ اور صاحب عزت و وقار ہو مگر اُسکی تصنیف و تالیف اُس وقت تک قابل اعتماد نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اُصول روایت و درایت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیجائے تحقیق واقعات کے لئے بڑے غور و تتبع اور استقرا اور طلب مآخذ کی ضرورت ہے بقول ایک عالم کے "یہ انھیں محققوں کا کام ہے جو نفسیات اور مذہبی جذبات سے علحدہ ہو کر اور بصیرت کی شمع روشن کر کے خلوت کی تاریکیوں میں اپنے خیالات کا تجلیہ کر چکے ہیں" با این ہمہ پھر بھی کوئی کتاب خواہ کیسی ہی ادنیٰ یا اعلیٰ ہو اور اسکا مصنف و مولف خواہ کسی پایہ اور مرتبہ کا ہو مگر اس کتاب کے مطالعہ سے انسان کو کچھ نہ کچھ بصیرت یا کم سے کم سبق عبرت تو ضرور حاصل ہو سکتا ہے۔ بہرحال اسلاف کرام کے حالات کا مطالعہ ایک نعمت عظمےٰ اور غنیمت بارد ہے"۔

ایک دانشمند کا قول ہے کہ "جو صاحبان علم و کمال اور ارباب معرفت حقیقت ہوتے ہیں اُنکی روح ایک ایسی آگے بڑھنے والی روح ہوتی ہے جو دوسروں کو بھی اپنے ساتھ بڑھائے لئے چلی جاتی ہے مبارک ہے وہ قوم اور وہ خاندان جس میں کوئی نہ کوئی ایسی مقدس روح موجود ہے" غالباً اسی امر پر نظر کر کے مدت دراز سے میرے اخلاف و اعزہ و احباب خصوصاً اور بعض اکابرین عموماً مجھ سے میرے والد محترم **والا جاہ مرحوم** کی سوانح زندگی مرتب و مدون کرنے پر اصرار کر رہے تھے۔ اور میرا سکوت دیکھ کر نہایت تاسف و حسرت کے ساتھ

حیرت ظاہر کیا کرتے تھے کہ والاجاہ مرحوم جنکی ذات اس دورِ پسین اور بزمِ آخرین مین دینی فضل وکمال اور دنیاوی جاہ وجلال کے لحاظ سے مشہور روزگار رہے اور جو اپنے علوے مرتبت اور مشیر رئیسہ وریاست ہونے کے اعتبار سے بلا مبالغہ بعض اپنے ہم عصر مستقل فرمانروایان ملک پر بھی عظمت وشان مین تفوق لیگئے تھے جنکا لائحہ عمل سلف الصالحین کا اسوۂ حسنہ۔ اور جنکا مقصد زندگی اعلائے کلمۃ اللہ۔ احیاء سنت۔ اور خدمت اسلام رہا ہے۔ اور جنکے کارنامہائے زندگی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دین و دنیا دو متضاد چیزین نہین ہین بلکہ دونون مین صاحب بصیرت ومعرفت کے نزدیک خادم ومخدوم کی نسبت ہے دنیا خادم ہے اور دین مخدوم ہے

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

افسوس ہے کہ ایسے جلیل القدر شخص کے بیش بہا عزیز الوجود زندگی کے قابل قدر واقعات اور نتیجہ خیز حالات یون گوشۂ گمنامی مین پڑے رہین اور انھین کی اولاد کے سامنے دست برد زمانہ کے ہاتھون تلف وبرباد ہو جائین۔ حالانکہ ایسا گرانمایہ ورثہ نہایت حفظ وصیانت کے قابل ہے جس سے نسلاً بعد نسلٍ وقتاً دون وقتٍ فوائد کثیرہ حاصل ہو سکتے ہین۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ اسلاف کے صحیح حالات وواقعات کو انکے اخلاف سے بڑھکر کون جان سکتا ہے۔ اور انکے خط وخال کا انکے جانشینون سے بڑھکر کون آئینہ دار ہو سکتا ہے۔ اھل البیت ادری بما فیہ لیکن مین اس قسم کے سوالات

واعتراضات کا اُن کو ہمیشہ یہ جواب دیتا رہا کہ اولاً تو جس طرح علامہ عبد الغافر نے
تاریخ نیشاپوری مین اور یاقوت حموی نے معجم الادبا مین اور ابو شامہ نے روضتین
مین اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جزو اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف مین
اور شیخ عبد الحق دہلوی نے اخبار الاخیار مین اپنے حالات اور سوانح زندگی خود قلمبند کئے
ہین اسیطرح والاجاہ مرحوم نے بھی اِن علماء سلف کی تبعیت مین اپنے حالات اور سوانح زندگی
خود اپنے قلم سے اپنے متعدد تالیفات عربی وفارسی و اُردو مثلاً اتحاف النبلا۔ حطہ
بذکر الصحاح الستہ ابجد العلوم۔ حظیرۃ القدس۔ ریاض المرتاض۔ مغنم البارد۔ تاج المکلل۔
تقصار۔ مقالۃ النصیحہ۔ القاء المنن۔ رحلت الصدیق۔ فرح الناجی اور وصیت نامہ ابوالوفا
توفیق وغیرہ مین تحریر کئے ہین علاوہ ان کے تاج الاقبال تاریخ بھوپال اور تہذیب النسوان
مین بھی رئیسہ عالیہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ مرحومہ خلد مکان نے انکے اکثر حالات
ثبت کئے ہین۔ اسی طرح دیگر اکابر ملک و ملت نے مختلف تالیفات اور تذکرون مین اور
احمد فارس آفندی صاحب مطبعۃ الجوائب قسطنطنیہ نے اپنی تالیفات مین اُن کے تراجم
درج کئے ہین۔ اس لئے اب کسی جدید تالیف کی ضرورت معلوم نہین ہوتی۔

(۲) دوسری وجہ مانع یہ ہے کہ والاجاہ مرحوم کی ذات مین علماً و عملاً مختلف اجناس اوصاف
اور حیثیتین جمع تھین اِن سب کا استقصا کرنا اور انکی شان اور درجہ کے موافق ہر ایک سے
جُدا جُدا بحث کرنا اُس شخص کا کام ہے کہ جو خود اُن کی طرح جامع الحیثیات ہو۔ میری ناقابلیت
اور بے بضاعتی کا یہ حال ہے کہ مین صفات متذکرہ بالا مین سے کسی ایک ادنیٰ صفت کا

شائبہ بھی اپنی ذات مین نہین پاتا پھر کس طرح ایسے اہم اور باعظمت کام پر مبادرت کرنیکی جرأت کر سکتا ہون۔

باوجود میرے اِن معقول عذرات کے میرے اخلاف داعزہ اور احباب اور معتقدین والاجاہ مرحوم کا اصرار کم نہ ہوا اور انھون نے مُتّفق اللفظ ہو کر مجھ سے کہا کہ یہ عذرات خواہ کیسے ہی صحیح اور معقول ہون مگر چند وجوہ سے والاجاہ مرحوم کے حالات اور سوانح زندگی بتمامہ اُردو زبان مین یکجا مرتّب ہو جانا بہت ضروری ہین۔ ہم مانتے ہین کہ انھون نے اپنے حالات اپنی تالیفات عربی و فارسی و اُردو مین لکھے ہین۔ مگر اولاً تو وہ متفرق اور منتشر ہین۔ دوسرے یہ کہ زمانۂ موجودہ کے عام مذاق کے لحاظ سے بالکل ناکافی ہین۔ کیونکہ انسان کی زندگی مین بہت سے ایسے واقعات پیش آیا کرتے ہین جنکو خود اپنے قلم سے لکھنا کوئی آدمی مناسب نہین سمجھتا اور بعض حالات اقتضاے وقت اور مصالح ذاتی کی بنا پر غیر ضروری سمجھکر ضبط تحریر مین نہین لائے جاتے لیکن پچھلی نسلون کو انھین حالات سے واقف ہونیکی ضرورت محسوس ہوتی اور ایک ایک جزئیہ کی تلاش وجستجو مین اُن کو برسون سرگردان رہنا پڑتا ہے۔ قطع نظر اسکے مغربی تعلیم اور نئی روشنی کے خیالات نے عربی فارسی کا مذاق قوم سے قریباً معدوم کردیا ہے اور پرانی انشا پردازی کا رنگ مرغوب طبائع نہین رہا اس لئے موجودہ اور آیندہ نسلون سے بمشکل یہ توقع کیجا سکتی ہے کہ وہ عربی فارسی تالیفات کو بغور مطالعہ کرکے اُن سے خود کوئی فائدہ اُٹھا سکینگے یا دوسرون کو کچھ فائدہ پہونچا سکینگے۔ باقی رہا یہ امر کہ ایسے جامع الحیثیات شخص کے حالات جمع کرنے اور ان سے بحث کرنے کے لئے ایک خاص قسم کی قابلیت درکار ہے تو اس کی نسبت

اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ پس اُس کو کیون نظر انداز کردیا جائے۔

چونکہ یہ دلائل ایک خاص قوت رکھتے تھے اور خاندانی حیثیت سے اسکی ضرورت کو مین بھی مدت سے محسوس کر رہا تھا اسلئے مجکو مجبور ہونا پڑا اور مین نے چند سال کی محنت مین والاجاہ مرحوم کے تالیفات۔ دفتر ریاست کے کاغذات۔ سرکاری تحریرات۔ اور انکی قلمی بیاضون۔ اور مختلف تذکرون سے جہان تک ہوسکا تمام وکمال حالات و سوانح زندگی تلاش کرکے یکجا فراہم کردیے۔ مین نے اپنے علم و یقین مین کوئی بات ایسی نہین لکھی جس کی مستند شہادتین میرے پاس موجود نہ ہون جو شخص چاہے وہ انکو بچشم خود مطالعہ کرسکتا ہے۔

ما بجا میکہ زجم ماند قناعت کردیم — بہ سکندر بدہند انچہ ز دارا ماند

یہان یہ ظاہر کردینا بھی ضروری ہے کہ والاجاہ مرحوم کے زمانۂ عروج و اقتدار کی داستان اس قدر مختلف شئون اور موافق و ناموافق حالات و واردات سے لبریز ہے جن سے نہ قطعاً چشم پوشی کیجاسکتی ہے اور نہ اقتضائے حال و مآل و نزاکت وقت کے لحاظ سے ہر ایک واقعہ کی تفصیل من و عن بیان کردینا مناسب و مفید ہے تاہم مین نے واقعات کو سلسلہ وار اسطرحپر ترتیب دیا ہے کہ اگر کوئی صاحب بصیرت نظر غور اور تعمق سے انکو پڑھیگا تو خودبخود اس پردہ سب عقدہاے راز کھلتے چلے جائینگے جو بطور بنیادی اصول کے ہین اور واقعات کے باہم ربط پیدا کرنے مین کڑیون کا حکم رکھتے ہین غرض مین نے اپنی اخلاف اور ناظرین کے سامنے ایک ایسا آئینہ رکھدیا ہے کہ وہ والاجاہ مرحوم کو جس شان و رنگ مین دیکھنا چاہین دیکھ سکتے ہین۔

اب مین اس تمہید کو ختم کرتا ہون اور اپنے اخلاف اور اہل خاندان کو پیش نظر رکھ کر یہ کہنا چاہتا ہون کہ سلسلۂ خاندانی اور نسبی اعتبار سے خداے قادر ذوالجلال کا شکر ہے کہ ہمارا خاندان اولاد بنی فاطمہ کے مبارک لقب سے ممتاز رہا ہے ؎

أَلَا إِنَّنَا مِنْ مَعْشَرٍ سَبَقَتْ لَهُمْ   أَيَادٍ مِنَ الْحُسْنَى فَعُوفُوا مِنَ الْجَهْلِ

آگاہ رہو ہم اس قوم مین سے ہین جنکو   بہترین نعمتین پہلے مل چکی ہین اور وہ جہل سے محفوظ رہا

وَنَعْلَمُ مَا كُنَّا عَلَى مَرْكَزِ الثَّرَى   فَأَرْوَاحُنَا فِي عَالَمِ النُّورِ تَجَلّی

ہم جانتے ہین کہ ہم اگرچہ زمین کے مرکز پر ہین   تاہم ہماری روحین عالم نور مین چمک رہی ہین

اور یہ نسبت و شرف ہر طرح قابل فخر ہے ؎

گرچہ خوردیم نسبتیست بزرگ   ذرّۂ آفتاب تابانیم

فخر سے اس جگہ مراد نسبی غرور و تکبر و مباہات نہین ہے جو اولاد سلاطین اور جملہ سادات اور سجادہ نشینان صوفیاے کرام مین کثیر الوقوع اور عموم ابتلا کی ہے اور بیشتر شیوہ ہے بلکہ فخر سے میری مراد فضائل دینی و علمی کا تحفظ ہے جو ورثۂ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ۔

إِنَّ أَنْسَابَكُمْ هَذِهِ لَيْسَتْ بِمَسَبَّةٍ عَلَى أَحَدٍ	انساب کا فخر تمہارے لیے کچھ مفید نہین ہے تم
كُلُّكُمْ بَنُو آدَمَ طَفُّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلَؤُهُ	سب بنی آدم ہو ۔ کوئی فخر دین و تقویٰ سے
لَيْسَ لِأَحَدٍ فَضْلٌ إِلَّا بِدِينٍ وَتَقْوَى	زیادہ نہین ہو سکتا ۔

ان اوصاف جلیلہ کا قائم رکھنا ہی سچا اور جائز فخر ہو سکتا ہے اور یہی اصلی عزت

ہے۔ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ
اس کے ماسوا جسقدر مراتب و مناصب دنیوی ہیں وہ درحقیقت عزت نہیں بلکہ عزت کا ملمع ہیں ؎

مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا اِذَا اجْتَمَعَا — لَا بَارَکَ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا بِلَا دِیْنٖ
مبادا دل آن فرومایہ شاد — کہ از بہر دنیا دہد دین بباد

محض نسب کوئی چیز نہیں جب تک صاحبِ نسب میں کوئی خاص فضیلت و منزلت نہو جسکو حسب کہتے ہیں ع

بندگی باید پیمبر زادگی منظور نیست

ہمارے جدّ اعلیٰ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

اَلنَّاسُ مِنْ جِھَۃِ التِّمْثَالِ اَکْفَاءُ — اَبُوْھُمْ اٰدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّاءُ
انسان جسم و شکل کے لحاظ سے سب یکسان ہین — اُن کا باپ آدم اور مان حوّا ہے

پس نہ عرب کو کچھ عجم پر فخر ہے اور نہ عجم کو کچھ عرب پر ترجیح جو کچھ فضیلت و عظمت ہے وہ محض عمل صالح اور تقویٰ اور حسب پر موقوف ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

اسی سبب سے ہمارے اسلافِ اباً عن جدٍ جس طرح حفظ نسب مین کوشش کرتے چلے آئے ہین۔ اُسی طرح بلکہ اُس سے زائد اُنھون نے حسب برقرار رکھنے مین اور اُسکی حفاظت مین اہتمام بلیغ رکھنا ہمیشہ اپنا فرض سمجھا۔

حسب کا اطلاق اُس بزرگی اور عزت پر ہوتا ہے جو کسی شخص کے علم و معرفت یا ثبوت یا کمالات ذاتی کے سبب سے یا دولتمندی کے باعث یا کسی اور فضیلت کے سبب سے اُس کے خاندان مین مدت دراز تک یا دو چار پشتون تک باقی رہتی ہے۔

عہد قدیم مین جب سلطنت اسلامیہ قائم تھی۔ اور علوم و فنون ترقی پر تھے اور شعائر اسلامی عملاً اُنکے لائحہ زندگی مین داخل تھے اُس زمانہ مین جو خاندان دینی یا دنیادی اعتبار سے کوئی خاص فضیلت و عزت یا نام و نمود پیدا کرتا تھا تو چند پشتون تک اسکی اور اُس کے خاندان کی دھاک بندھی رہتی تھی اور اُسکا اور اُسکے خاندان کا احترام کیا جاتا تھا ؎

ملک شد و نوبت شاہی زدہ تکیہ در ایوان اسلے زدہ

اور خود سلطنت اُسکی پشت پناہ اور کفیل ہوا کرتی تھی عوام و خواص اپنے حسن ارادت و عقیدت کی وجہ سے پشتہا پشت تک اُس خاندان کا ادب ملحوظ رکھا کرتے تھے اور خود اہل خاندان بھی اپنے فضائل دینی و ملی اور خاندانی خصائص و عزت کے برقرار رکھنے مین ہمیشہ ساعی و مستعد رہا کرتے تھے یا این ہمہ بقول علامہ ابن خلدون یہ حالت اکثر تین چار پشتون تک باقی رہتی تھی۔ بعض خاندان ایک دو پشت ہی کے بعد مٹ جایا کرتے تھے۔

جب اُس زمانہ کا یہ حال تھا جو اسلام کے عروج اور مسلمانون کے معراج ترقی کا زمانہ تھا۔ تو ہمارے اس زمانہ کا کیا ذکر۔ جو مسلمانون کے دینی و ملی اور قومی تنزل و تسفل کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ مین اول تو کسی شخص کا صاحب علم و معرفت ہونا۔ اور کسی خاندان کا دینی یا دنیادی اعتبار سے کوئی نام و نمود پیدا کرنا ایسا عجیب معلوم

ہوتا ہے جیسا بے فصل کسی درخت مین پھل آتا۔ اور اگر بالفرض کوئی شخص اپنی ذات سے کسی قدر اوصاف علم وعمل سے بہرہ مند بھی ہوتا ہے۔ تو اس علم وعمل وعزت وعظمت کا اُسی کی ذات پر خاتمہ ہو جاتا ہے۔

یہ بھی خدا کا ہزار ہزار شکر واحسان ہے کہ باوجود انقلاب دہور و مرور حوادث و تغیر حالات واختلاف امزجہ۔ واختلاط اجانب۔ وطغیان فتن۔ وشیوع الحاد وزندقہ و تواتر شرک وبدعات۔ وفسق وفجور وہجوم طواغیت لاانتہا اُس نے ہمارے خاندان کی کچھ نہ کچھ عزت اور کسی نہ کسی قدر صلاحیت علم وعمل کو دست برد زمانہ سے محفوظ ومصئون رکھا ہے۔ اسوقت تک جو کچھ بھی خاندانی حالت نسبا وحسبا باقی ہے وہ بھی بہت غنیمت ہے۔ آیندہ کا حال خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس دور جدید پرشور وفتن مین کیا واقعہ پیش آئیگا۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا ۝

ندانم تا ستم چون رفت در ردّ وقبول ما ــــ ہمہ از انتہا ترسند ومن از ابتدا ترسم

اسی انقلاب روزگار وگردش لیل ونہار پر نظر کرکے جو زمانہ کا خاصہ طبعی ہے مین نے اسلاف کرام کے مختصر حالات عموماً اور اپنے والد محترم والاجاہ مرحوم کے تمام وکمال سوانح زندگی اور خاندانی واقعات خصوصاً نہایت شرح وبسط سے لکھکر اپنے اہل خاندان واخلاف کیلیے ایک نایاب بیش بہا خزینہ علم وعمل جمع کر دیا ہے اگر یہ لوگ اس کو جان سے زیادہ عزیز رکھکر اُسپر عمل کرتے رہینگے تو وہ انکے اصلاح حال ومآل وحصول دنیا وترقی مراتب دنیا اور فوز وفلاح آخرت سب کے لئے کافی ووافی ہوگا۔ پھر ان کو اپنے اعمال زندگی مین کسی

مقتداے وقت اور پیشواے ملت کی ضرورت ہی باقی نہ رہیگی۔

یہ میرے اخلاف کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وقت نہایت تاریک اور راہ باریک ہے اور شامت اعمال قوم پر ہر طرف سے محیط ہے اور فقدان علم وعمل و تہیدستی صلاح و تقوے اور جہالت و فلاکت کا میدان ہر سمت کھلا ہوا ہے جب مین اپنے حال زار پر اور اپنے اخلاف کی حالت موجودہ پر نظر کرتا ہون تو مجکو اس موقع پر نصیحت کی خاص طور پر ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک تو مین خلقتاً نحیف و ضعیف۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ۔ کا مصداق واقع ہوا ہون۔ ثانیاً اب میری عمر پچپن سال سے متجاوز ہو چکی ہے۔ اور خدا نے مجکو صاحب اولاد اور صاحب نصاب کیا ہے اور ان سب کے حقوق و تربیت و پرداخت کا مجکو کفیل ٹھہرایا ہے خصوصاً۔ فلذ کبد و فواد قلب عزیزی سید امیر حسن خان و عزیزی سید شمس الحسن خان و عزیزی سید انور حسن خان اَطَالَ اللّٰہُ عُمُرَہُمْ وَعَافَاہُمْ وَوَفَّقَہُمُ اللّٰہُ لِمَا یُحِبُّ وَیَرْضَاہُ۔ کی تعلیم و تربیت اور صلاح و فلاح کا لحاظ مجھ پر اُنکے حقوق مفروضہ سے بھی زیادہ ضروری اور مقدم ہے پس مین سلسلہ سے اس کارنامۂ جلیلہ کو تمام اولاد و خویش و اعزہ و اخوان ملت کے لیے بالعموم اور عزیزان موصوف کے استفادہ کے لئے بالخصوص انکے سپرد و تفویض کرتا ہون اگر عزیزان موصوف اس کو اپنا نصب العین بنائینگے اور اسکو ہر وقت پیش نظر رکھینگے اور علیک بخاصۃ النفس ودع امر العوام[1] پر عمل کرینگے تو انشاء اللہ تعالے وہ کبھی سبیل رشاد اور صراط مستقیم اور سلامت روی کی

[1] عوام کی عادات و اطوار کو ترک کر دو اور خواص کی عادات اختیار کرو۔

راہ سے منحرف اور گمراہ نہ ہونگے اور حریم عزت خاندانی کے پاک دامن پر روسیاہی کا دہبہ نہ آنے دینگے۔ میرے فرزندان سعید کو خلیفۂ منصور عباسی کا وہ قول یاد رکھنا چاہیے جو اس نے یحییٰ بن خالد بن برمکی کے جبین سعادت پر آثار ارجمندی و بلندی دیکھکر کہا تھا۔ ولد الاباء ابناء وولد خالد بن برمک اباء یعنی اور لوگوں کی اولاد تو بیٹے کہے جانے کی مستحق ہے لیکن خالد بن برمک کا لڑکا باپ کہے جانے کا مستحق ہے ؎

درین کتاب نظر کن بچشم عبرت بین — کہ رشک لعبت مانی و صورت چین است
کتاب جیست غلط می کنم کہ دریاے است — کہ دست عقل ز اطراف او گہر چین است
ز پا تا سرا دیکبیک تامل کن — ببین چہ گونہ ہمہ نغز و خوب و آئین است
ببین کہ عنبر و مشک است تودہ بر تودہ — دماغ دانش و اندیشہ عطر آگین است
غُفر حی است ز بہر روان غمزدگان — کہ مدح و ہزلش بیان تلخ و شیرین است
مگیر خردہ کہ مدح و ہجاے او بہم است — کہ در کتاب خدا آفرین و نفرین است
دقیقہ ہاے معانیش در لباس حروف — کہ در سیاہی شب روشنی پروین است
سفینہا راکہ در بحر دیدہ اندیسے — سفینۂ کہ در و بحر ہا بود این است

ز گونہ گونہ سخنہاے نغز و تازۂ او
بدست فضل و ہنر دستۂ ریاحین است

العبد الضعیف

علی حسن طاہر

۹ دسمبر ۱۹۲۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصۂ اوّل

نام و نسب ۔ صدیق حسن نام ۔ ابو الطیب ۔ ابو الطاہر ۔ ابو الوفا کنیت ۔ روحی و نواب و توفیق **تخلص** ۔ خورشید حسن ۔ **تاریخی نام** ۔ نواب امیر الملک والاجاہ بہادر خطاب

سلسلۂ نسب حسب ذیل ہے ۔ صدیق حسن بن اولاد حسن بن سید اولاد علی بن سید لطف اللہ بن سید عزیز اللہ بن سید لطف علی بن سید علی اصغر بن سید کبیر بن سید تاج الدین بن سید جلال رابع ۔ بن سید راجو شہید بن سید جلال ثالث بن سید رکن الدین ابو الفتح بن سید حامد کبیر بن سید ناصر الدین محمود ۔ بن سید جلال الدین قطب عالم معروف بہ مخدوم جہانیان جہان گشت بن سید احمد کبیر بن سید جلال اعظم معروف بہ گنج بن سید

له مخدوم کے سلسلہ نسب میں مورخین اور نسابین میں باہم کثیر اختلاف ہے منبع الانساب نے چار پشتیں لکھی ہیں انوار العارفین میں دو پشتوں کا ذکر ہے ۔ رسالہ زیدیہ میں ایک جگہ دو پشت اور دوسری جگہ چار پشتیں شمار کی ہیں اور تاریخ فرشتہ میں چار پشتیں تحریر کی ہیں ۔ یہ بعینہ ایسا اختلاف ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم کے کرسی نامہ میں عدنان کے بعد کے ناموں میں اختلاف ہوا ہے ۔ ۱۲

علی موید بن سید[۲۰] جعفر بن سید[۲۱] محمد بن سید[۲۲] احمد بن سید[۲۳] محمد بن سید[۲۴] عبد اللہ بن سید[۲۵] علی اشقر بن سید[۲۶] جعفر زکی بن سید[۲۷] علی نقی بن سید[۲۸] محمد تقی بن امام[۲۹] علی رضاؑ[۳۰] بن امام موسی کاظمؑ بن امام[۳۱] جعفر صادقؑ بن امام[۳۲] محمد باقرؑ بن امام[۳۳] علی زین العابدینؑ بن امام[۳۴] حسینؑ سبط شہید کربلا بن فاطمۃ[۳۵] الزہراؓ بنت احمد[۳۶] مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ خاندان جیسا کہ ظاہر ہے سادات حسینی مین سے ہے۔ اور سادات بخاری کے نام سے مشہور ہے جو چھتیس واسطون سے جناب رسالتمآب صلعم تک منتہی ہوتا ہے۔ منجملہ اکابر شجرۂ نسب کے آٹھ ائمۂ اہلبیت ہین جو زمرۂ اثنا عشر آل اطہار مین داخل ہین۔ باقی اسلاف جعفر زکی سے لیکر جناب مخدوم۔ بلکہ جلال رابع تک غالبًا صلحا در اخیار قوم تھے۔ اور سید تاج الدین سے لیکر علی بن لطف اللہ تک اہل دولت و ثروت ہوے۔

سادات عمومًا حسنی ہین یا حسینی پھر ان دونون کا سلسلۂ نسب حضرت فاطمہؓ کے واسطہ سے جناب سرورکائنات صلعم پر جاکر ختم ہوتا ہے۔ اور خاندان نبوت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے برخلاف دوسرے خاندانون کے جنکا سلسلۂ نسب اُنکے (آباء) یعنی باپ دادا کے جانب سے شروع ہوتا ہے نہ (اُمّہات) یعنی ماؤن کی جانب سے۔ یہ بات خصائص نبوی مین سے ہے اور تمام علماء اسلام کا اسپر اتفاق ہے۔

ایک مرتبہ خلیفہ[لہ] عباسی ہارون الرشید اور امام موسی کاظمؑ سے اسی سلسلۂ نسب کے بابین جو دلچسپ گفتگو ہوئی وہ حسب ذیل ہے:۔

لہ فرع النامی صفحہ ۲۱

رشید۔ تم تو علی بن ابی طالب کے اولاد ہو پھر کس وجہ سے اپنے آپ کو رسول خدا صلعم کی اولاد کہتے ہو؟۔

امام۔ خدا فرماتا ہے۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ

ترجمہ اور اُنھین کی (یعنی حضرت ابراہیم کی) نسل مین سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور موسیٰ اور ہارون سب کو ہمنے راہ راست دکھائی اور ہم مخلص نیک لوگون کو ایسے ہی صلے عطا فرمایا کرتے ہین۔ اسی طرح زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ ہمارے نیک بندون مین سے ہین۔

دیکھو حضرت عیسیٰ کے باپ نہ تھے مگر خدا نے اُن کو نسل ابراہیم مین شمار کیا ہے امام فخرالدین رازی رح لکھتے ہین کہ یہ نسبت حضرت عیسیٰ کی حضرت ابراہیم کی طرف بواسطۂ حضرت مریم کے ہے نہ باپ کی طرف سے۔ اسی طرح حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی نسبت رسول خدا صلعم کی طرف بواسطۂ حضرت فاطمہؑ ہے نہ بواسطۂ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہٗ۔

امام موسیٰؑ کاظم سے ایکبار خلیفہ ہارون الرشید نے اسی قسم کا ایک سوال اور کیا تھا اُس کے جواب مین اُنھون نے فرمایا۔

امام۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر آنحضرت صلعم تمھارے گھر مین نسبت کا پیام دین تو تم قبول

لہ فرع النامی صفحہ ۲۹۔

کروگے یا نہین۔

رشید۔ سبحان اللہ وبحمدہ یہ تو اعلیٰ درجہ کا شرف ہے۔ اور عرب و عجم پر میرے لئے افتخار کا باعث ہے۔

امام۔ مگر آنحضرت صلعم ہمارے گھر مین تو نسبت کا پیام نہین دے سکتے۔ نہ ہم اپنی لڑکیان اُن کو بیاہ سکتے ہین۔ کیونکہ وہ ہمارے باپ ہین۔ رسول خدا صلعم تمھارے حرم مین داخل نہین ہوسکتے۔ مگر ہمارے حرم مین وہ داخل ہوسکتے ہین۔ رشید یہ سنکر خاموش رہ گیا۔

حکایت۔ ایکبار ہارون الرشید بڑے جاہ و جلال سے مدینہ منورہ مین فراغ حج کے بعد داخل ہوا اکابر قریش کی ایک عظیم الشان [جماعت] ساتھ تھی۔ امام موسیٰ کاظمؑ بھی ہمرکاب تھے۔ ہارون الرشید جماعت قریش کو ہمراہ لئے ہوئے باب المدینہ سے سیدھا حرم محترم نبوی مین داخل ہوا اور مزار شریف کے سامنے اُس نے فخریہ لہجہ مین باآواز بلند کہا

ہین۔ چاہتے تھے مگر خدا ۔۔۔ کہ یہ نسبت

السلام علیک یا رسول اللہ یا ابن عم یعنی۔ اے رسول خدا اور ابن عم آپ پر سلام یہ سُنکر امام آگے بڑھے اور جذبات محبت سے بیخود ہوکر بے اختیار پکار اُٹھے۔ السلام علیک یا ابت یعنی میرے باپ آپ پر سلام۔ یہ سنکر رشید کا چہرہ متغیر ہوگیا اور اُسنے مڑکر آپ کو دیکھا اور کہا ہذا ہو الفخر یا اباالحسن حقاً اے ابوالحسن یہ تمھارا فخر بالکل درست اور سچا ہے ابوالحسن امام موسیٰ کاظم کی کنیت ہے۔

علامۂ زمخشری نے آیت ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم

لہ فرع النامی صفحہ ۳۰۔

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اصحاب الکسا یعنی حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کے خاندانی فضیلت کی یہ آیت ایک روشن دلیل ہے۔

غرضکہ سادات کا نسبی سلسلہ حضرت فاطمہ پر منتہی ہوتا ہے اور اس سلسلہ کی پہلی کڑی آنحضرت صلعم کی ذات اقدس ہے۔ لہذا ہم بھی اسی کو اپنے عنوان کا سرنامہ اور تاج قرار دیتے ہیں۔

ذکر آباء کرام

جناب سرور کائنات کی ولادت باسعادت کا حال اور واقعات زندگی کا مختصر تذکرہ

سلطنت نوشیروان کی شوکت و اقبال کا ستارہ چمکے ہوئے ہنوز ستر۷۰ سال گذرے تھے کہ مشہور عام کے مطابق ۱۲۔ ربیع الاول اور بقول صحیح ۸۔ ربیع الاول عام الفیل ۵۷۱ء میں عرب کے اُفق سے سرور کائنات صلعم کی ولادت باسعادت کا آفتاب طلوع ہوا اور دعاے خلیل اللہ اور بشارت مسیح نے حضرت آمنہ بنت وہب کے دامان مادری میں پناہ لی جب یہ خوشخبری آپکے دادا عبدالمطلب کو پہونچی تو وہ خوش خوش تیز قدم بڑھائے ہوئے حضرت آمنہ کے حجرہ میں پہونچے اور اپنے لخت جگر نور دیدہ کو تین کو گود میں اُٹھا لیا اور اُسکے دیدار پر انوار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ پھر اُس جلیل القدر امانت الٰہی کو اپنے ہاتھوں پر لئے ہوئے کعبہ میں داخل ہوئے اور خداے قادر و توانا کی حمد و تقدیس کی۔

سات روز تک آپکی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے آپکو دودھ پلایا۔ پھر ثوبیہ جو آنحضرت کے

چچا ابولہب کی آزاد کی ہوئی کنیز تھین) آپکے دُودھ پلانے پر مامور ہوئین ولادت کے ساتوین روز عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور تمام اکابر قریش کو دعوت دی عبدالمطلب نے آپکا نام محمدؐ اور حضرت آمنہؓ نے آپکا نام احمدؐ رکھا۔ کچھ روز کے بعد آپکے دودھ پلانے کی خدمت حلیمۂ سعدیہ کو بخشی گئی۔ تھوڑے دنون کے بعد آپکے والد ماجد عبداللہ نے جبکہ وہ بغرض تجارت یثرب یعنی مدینۂ منورہ گئے ہوئے تھے وفات پائی اور بنی نجار کے دار نبغہ مین مدفون ہوئے جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو آپکی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہؓ نے بھی انتقال کیا۔ اب آپ کو آپکے دادا عبدالمطلب نے اپنے کنار شفقت مین لیا۔ اس انقلاب حالت کو ابھی دوٗ سال دوٗ ماہ اور دس روز ہی گذرے تھے کہ عبدالمطلب نے سفر آخرت اختیار کیا۔

آخرکار آپکی تربیت وکفالت کا شرف آپ کے چچا ابوطالب کے حصہ مین آیا جو آپکے والد کے برادر اعیانی تھے۔ آپ انھین کے آغوش محبت مین پرورش پاکر سن رُشد کو پہونچے قریش مین بہ لفظ امین اور تمام عرب مین صدیق کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہان تک کہ آپکا سب سے بڑا دشمن نضر بن حارث بھی آپکو امین کے نام سے پکارتا تھا۔

اُسی زمانہ مین حجر اسود نصب کرنیکے متعلق قبائل قریش مین ایک نزاع عظیم برپا ہوئی جسکا خاتمہ اس طرح پر ہوا کہ تمام قبائل قریش نے آپکو بالاتفاق امین تسلیم کرکے حجر اسود کے نصب کرنے کے لئے انتخاب کیا اور آپنے اپنے دستِ مبارک سے حجر اسود کو اُس کے اصلی مقام پر نصب کردیا۔ بظاہر یہ ایک محض معمولی اور ملکی واقعہ تھا مگر جیساکہ زمانۂ آئندہ نے ثابت کردیا

درحقیقت عمارتِ اسلام کا سنگِ بنیاد تھا جس کو مشیتِ ازلی نے آپکے مبارک ہاتھ سے نصب کرایا۔

آپکی بے نظیر امانت و دیانت کا شہرہ جب حضرت خدیجہؓ کے کان تک پہونچا (یہ ایک اونچے گھرانے کی دولتمند خاتون تھین) تو اُنھون نے آپ کو اپنے تجارتی کاروبار کا معتمد بنانا چاہا۔ چونکہ آپ موروثی طور پر تجارتی مذاق رکھتے تھے آپ نے اُنکی یہ درخواست منظور کر لی اور چار مرتبہ آپکو مال تجارت لیکر سفر کرنیکا اتفاق ہوا۔ اور ہر سفر مین منافع کثیر حاصل ہوئے۔

حضرت[1] خدیجہؓ کو جب آپکی غیر معمولی امانت و دیانت کا پورا تجربہ ہو گیا تو اُنھون نے بکمال رغبت اپنا نکاح آپ کے ساتھ کرنا چاہا اور ابو طالب کو (جو آنحضرت صلعم کے چچا تھے) درمیان مین ڈالا۔ آخر کار جب اُنکے ذریعہ سے سب اتب ابتدائی طے ہو گئے تو مجلس نکاح مرتب ہوئی اور تمام قبیلۂ قریش اور قبیلۂ مضر کے صنادید اور اکابر جمع ہوئے۔ ورقہ بن نوفل ولی نکاح قرار پائے۔ ابو طالب نے خطبۂ نکاح پڑھا چار سو درہم مہر باندھا گیا۔

آپکی وجہ معاش اولاً ذاتی کاروبار اور منافع تجارت و مضاربت پر موقوف تھی جب خدا نے اپنے فضل سے اسلام کو وسعت تامہ بخشی اور فتوحات کا سلسلہ جاری ہوا لوگ فوج فوج آکر

---

[1] یہ بیوہ تھین۔ زمانۂ جاہلیت مین انکا نام طاہرہ تھا۔ پہلا نکاح انکا ابو ہالہ تمیمی سے ہوا تھا اور اُس کے صلب سے دو لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ جب وہ مرگیا تو دوسرا نکاح انکا عتیق بن عائذ کے ساتھ ہوا۔ اور اُس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اُسکے انتقال ہو جانیکے بعد اُنکا نکاح آنحضرت صلعم کے ساتھ ہوا۔

حضرت خدیجہؓ کی عمر اُسوقت چالیس سال کی۔ اور رسولخدا صلعم کی عمر شریف ۲۵ پچیس سال کی تھی۔ ۱۲

اعلاء کلمۃ اللہ کے علم کے نیچے جمع ہونے لگے تو بعد فتح خیبر نخلستان املاک بلا مدد غیرے آپکے ہاتھ آ لی۔ وہ ہی آپکی اور آپکے خاندان کی وجہ معاش قرار پائی۔ تاہم آپ اُسمین سے بھی ایک بڑا حصہ فقراء مساکین ذوی الارحام اور محتاجون پر تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔

یہ عامیانہ خیال کہ آپکی بسر اوقات آپکی بیوی کی آمدنی پر موقوف تھی محض غلط ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اہل مکہ آپکے ساتھ نہایت کراہت و نفرت سے پیش آتے۔ اسلئے کہ وہ اس امر کے کبھی خوگر نہ تھے اور ایسے شخص کو سب سے زیادہ ذلیل خیال کرتے تھے۔

نکاح کے بعد چالیس سال کی عمر تک آپ اکثر اوقات غار حرا مین قیام فرماتے اور ذکر و فکر مین مشغول رہا کرتے تھے اسی اثنا مین دوشنبہ ۱۲-ربیع الاول کو روح القدس یعنی حضرت جبریلؑ نے آپ کو رسالت کبریٰ کی بشارت دی اور خداے قادر ذوالجلال نے آپکو رحمۃ للعالمین کا عالیشان منصب دیکر اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے انتخاب فرمایا اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ خدا بہتر جانتا ہے کہ کس جگہ اپنی پیغمبری کی امانت سپرد کرے۔

یہ پہلا موقع تھا اور ہیبت و خشیت الٰہی کا آپکے دل پر ہجوم تھا اور عظیم الشان ذمہ داری کا فکر دامنگیر خاطر تھا۔ اسی اضطراب و بےچینی کی حالت مین آپ حضرت خدیجہؓ کے پاس پہونچے اور فرمایا زملونی زملونی یعنی مجکو کمل اُوڑھا دو۔ پھر جب ذرا اندرونی اضطراب کم ہوا تو آپ نے اُن سے نزول روح القدس کی کیفیت اور اپنے دلکی بےچینی کا حال بیان کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو اِن الفاظ مین تسلّی دی۔ ”خوف نہ کیجئے، آپ تو خوشخبری دینے والے ہین“ مین آپکی رسالت پر ایمان لاتی ہون“ اللہ آپکو کبھی رسوا نہ کریگا، کیا آپ عزیزون سے اُلفت کے ساتھ پیش نہین آتے

ہمسایون کے ساتھ سلوک اور محتاجون کے ساتھ فیاضی نہین کرتے کیا سچائی آپکے کلام اور آپکی عادت مین داخل نہین ہے۔؟"

جس روز حضرت خدیجہؓ ایمان لائین اُسی دن کے اخیر وقت مین حضرت علی مرتضیٰؓ بھی ایمان لائے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ زید بن حارثہؓ اور بلالؓ ایمان لائے۔

سب سے پہلے خدائے عز وجل نے آپ کو حکم دیا کہ اپنے اہل خاندان کو اسلام کی دعوت دو اور یہ آیت نازل فرمائی "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" اپنے قریب کے رشتہ دارون کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ۔

نزول آیت کے بعد آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور قبیلۂ قریش کو ایک نذیر عریان[1] کے لہجہ مین آواز دی۔ تمام لوگ اپنے گھرون سے نکل نکل کر ایک جگہ جمع ہونا شروع ہوئے جب سب لوگ آچکے تو آپ نے فرمایا مین اس وقت ایک بڑے حادثہ کی خبر سُنانے کو کھڑا ہوا ہون۔ کیا آپ لوگ میرے کہنے پر یقین کرینگے؟ سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ "ہم آپکو بے شک امین سمجھتے ہین آپ فرمائین"، تب آپ نے فرمایا مین تمکو آنے والے وقت سے یعنی قہر الٰہی اور عذاب آخرت سے ڈراتا ہون"، یہ سُنکر ابو لہب نے جھنجھلا کر کہا "تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا" تیرا بُرا ہو

---

[1] عرب مین ایک عام دستور تھا کہ جب کوئی سخت حادثہ پیش آتا اور لوگون کے کانون تک اُس حادثہ کی خبر کو پہونچانا منظور ہوتا تو خبر دینے والا سخت اضطراب اور پریشانی کی حالت مین اونچے مقام پر چڑھ جاتا اور اپنے کپڑے اُتار کر اور ہاتھ مین لیکر بلند کرتا۔ تاکہ لوگ دیکھین اور سمجھین کہ کوئی ایسی سخت مصیبت پیش آئی ہے کہ جس نے تن بدن کا ہوش باقی نہین رکھا۔ ۱۲

کیا یہ ہی کہنے کو تو نے ہم سب کو دن بھر جمع رکھا۔ پھر سب لوگ اپنے اپنے گھرون کو لوٹ گئے اس کے بعد آپ نے ایک روز اپنے اعزہ کی دعوت کی۔ بکری کا بچہ بھُنا ہوا اور دُودھ سے بھرے ہوئے پیالے اُنکے سامنے پیش کئے جب لوگ کھانے پینے سے فراغت پا چکے تو آپ کھڑے ہوئے اور دعوتِ اسلام کا وعظ شروع کیا اور دیر تک واہ آلٰہی اُن کے نقش دل کرتے رہے۔

جب آپ تمام احکام آلٰہی اُس کے بندون کو پہونچا چکے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ "تم مین سے اب کون اس اہم ذمہ داری یعنی دین الفطرت کی مدد کو قبول کرنے پر آمادہ اور میری قائمقامی کے فرض ادا کرنے پر کمربستہ ہے، جس طرح حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی رفاقت پر ہروقت تیار رہا کرتے تھے"۔ یہ سُن کر تمام اہل مجلس ہیبت حق سے دم بخود سر جھکائے ہوئے اپنے اپنے خیالات مین مستغرق تھے۔ اور کسی کو یہ جُرأت نہ ہوئی تھی کہ وہ لب کشائی کرے کہ دفعتاً آپکے چچازاد بھائی حضرت علی مرتضیٰ جو اُس وقت ایک کمسن جوان تھے کھڑے ہو گئے اور باآواز بلند کہا "اے رسولخدا اگرچہ مین حاضرین مجلس مین سب سے چھوٹا اور خردسال ہون میری آنکھون مین نزلہ کی خلش رہا کرتی ہے۔ میرا پیٹ بڑا اور میری ٹانگین دُبلی ہین مگر مین اس اہم ذمہ داری کی خدمت ادا کرنے کو تیار ہون" آنحضرت صلعم یہ سنکر مسکرائے اور اُن کو اپنے سینۂ مبارک سے لگا کر فرمایا کہ "یہ میرا بھائی اور قائمقام ہے، اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی"

غرض جو لوگ فطرت سلیم رکھتے تھے وہ رفتہ رفتہ کچھ بعد دیگرے ٹھنڈے دل کے ساتھ اسلام قبول کرتے گئے۔ جب مسلمانون کی تعداد معقول ہو گئی اور حضرت فاروق اعظم یعنی عمر بن الخطاب جیسا

نامور جلیل القدر شخص ایمان لے آیا۔ تو بارگاہ خداوندی سے دوسرا حکم صادر ہوا۔ "فاصدع بما تؤمر" پس تمکو جو حکم دیا گیا ہے اُس کو کھول کر سناؤ" اب تک دعوت اسلام جو پوشیدہ طور پر دیجاتی تھی وہ اب علانیہ علی رؤس الاشہاد دی جانے لگی۔

اخیر عمر میں جب آپ نے حج وداع کیا ہے تو اُس وقت خدا کے فضل سے ایک لاکھ چالیس ہزار آدمی کے قریب اسلام سے مشرف ہو چکے تھے۔ اس طرح جب حجت خدا کی اُس کے بندوں پر تمام ہو چکی۔ تو روز دوشنبہ ۱۲۔ ربیع الاول سلہ ھ میں آپ نے جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ کل عمر شریف تریسٹھ ۶۳ سال ہوئی۔

اولاد میں تین صاحبزادے تھے قاسم عبداللہ ابراہیم۔ انکا لقب عبداللہ طیب اور طاہر تھا۔ یہ سب بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ اور چار صاحبزادیاں تھیں زینب رقیہ ام کلثوم فاطمۃ الزہرا یہ تمام اولاد حضرت خدیجہ کے بطن سے تھی۔ صرف ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

حضرت خاتون جنت کے حالات

حضرت فاطمۃ الزہرا اپنی سب بہنوں سے چھوٹی تھیں۔ آپکی کنیت ام محمد اور مبارکہ طاہرہ زاکیہ راضیہ مرضیہ تھی بتول لقب تھا۔ واقعہ فیل کے پینتیسویں ۳۵ سال قبل نبوت پیدا ہوئیں۔

حسن وجمال ظاہری کے ساتھ تہذیب اخلاق محمدیؐ صفات فصاحت بیان موزونی طبیعت اور سلیقۂ انشاد شعر کے اوصاف وغیرہ سے مزین تھین۔ سب پر طرّہ یہ کہ تجلی ایمانی کی نورانی شعاعون نے آپکی جبین مبارک کو مہبطِ انوارِ ربّانی بنادیا تھا۔ اور قدرت کے زبردست ہاتھ نے لوحِ روزگار پر نقش کردیا تھا ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کہ یہ ہی معدنِ نبوت کا جوہر خوش آب ابدالآباد تک تمام سادات کے نسبی سلسلون کا دُرّۃُ التّاج بنکر دنیا کے مختلف حصّون کو روشن کرتا رہیگا۔

جناب رسالتمآب صلعم کو بھی آپ سب اولاد سے زیادہ عزیز تھین۔ جب کبھی سرورِ کائنات آمادۂ سفر ہوتے تو پہلے تمام ازواج مطہّرات اور بنات عالیات سے رخصت ہوتے پھر چلتے وقت سب کے اخیر مین خاتون جنت کے پاس تشریف لاتے اور دیدہ بوسی کرکے خدا حافظ کہتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے خاتون جنت ہی کے دیدارِ فرحت بار سے آنکھین ٹھنڈی فرماتے۔ آپ ازراہِ کمال شفقت فرمایا کرتے تھے "اَلَا تَرْضِیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَۃَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ" اے فاطمہؓ کیا تم اسپر راضی نہین ہو کہ تمام مسلمانون کی عورتون کی سردار کہلاؤ دوسری روایت مین آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو تمام زنان اہل جنت کی سردار فرمایا ہے۔

خدانے اس نونہال نبوت کو اپنے سایۂ رحمت مین پروان چڑھایا۔ جب وہ چہاردہ سالہ عمر کو پہونچین اور وقت قریب آگیا کہ یہ شجر بارآور پھولے اور پھلے تو رسولخدا صلعم نے حضرت انسؓ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ "اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَۃَ بِعَلِیٍّ" مین خدا کی طرف سے مامور

کیا گیا ہون کہ فاطمہؓ کو علیؓ کے ساتھ بیاہ دون"

یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب آپ غزوۂ بدر سے پلٹ کر مدینۂ منورہ مین واپس تشریف لائے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ۔ روز جمعہ تیرہ ۱۳ رجب تیسوین ۳۰ سال بعد واقعۂ فیل کے خاص خانۂ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے تھے۔ آپ خاندان ہاشمی کے ثمرۂ اولین تھے۔ ابو تراب آپ کی کنیت تھی۔ معاملہ فہمی مین آپ کا جواب نہ تھا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ "مین مدینۃ العلم ہون اور علیؓ باب العلم ہین" آغوش نبوت مین آپ نے تربیت پائی۔ ماہ رمضان سنہ ۲ھ ہجری مین آپ کا نکاح حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ساتھ ہوا۔ سنہ ۵

فرزند یگانۂ خدا است شد — با بنت رسول کد خدا شد

جن لوگون کی آنکھون مین والیان ملک اور رؤسائے ہند کی پُر شان و شوکت دربار راگ و رنگ کی محفلین شادی کی دھوم دھامی جلوس لاکھون روپیہ کا طلائی و نقرۂ جہیز برا تیون کا ہجوم اور انکا شور و غل سمایا ہوا ہے اُن لوگون کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ یہ کوئی قیصر و کسریٰ کی دختر کی شادی کی محفل نہ تھی جسکو دنیائے فانی کے ساز و سامان سے رونق دی گئی ہو۔ یہ اُس رسول پاک کی صاحبزادی کی تقریب تھی جس کا خدا مہمان ہے۔ ملائکہ مقربین سربراہ کار ہین جو یا ایہا المزمل اور یا ایہا المدثر کے خداوندی خطاب پر نازان ہے۔ اُس کی شان قیصر و کسریٰ کے تکلفات لایعنی سے دور، مادی فنا پذیر اسباب سے مبرا، لا حاصل رسوم اور فضول خرچیون سے محفوظ و مصئون اور تمام مخلوق الٰہی سے کہین اعلیٰ اور ارفع ہے۔ بجائے سوا لاکھ یا کروڑ دو کروڑ

کے صرف چار سو مثقال چاندی مہر باندھا گیا تھا جہیز میں ایک ٹاٹ کا گلیم اور چمڑے کا تکیہ تھا جس میں بجائے روئی کے پوست خرما بھرا ہوا تھا۔ ایک چکی[1] ایک مشک اور دو سبوے گلاں تھے۔ بجائے براتیوں کے ہجوم کے مخصوص صحابۂ کرام حاضر خدمت تھے اور بجائے ڈھول تاشہ بینڈ اور نفیری کے زبان رسالت ترجمان پر "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِمَا وَعَلَيْهِمَا وَبَارِكْ فِيْ نَسْلِهِمَا" اور بروایت دیگر "جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَكُمَا وَاَسْعَدَ جَدَّكُمَا وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَاَخْرَجَ مِنْكُمَا كَثِيْرًا طَيِّبًا"[2] جاری تھا "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"

حضرت فاطمہؓ کے بطن سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں حسنؓ حسینؓ رقیہؓ زینبؓ اُمِّ کلثومؓ[3] ان میں اُمِّ کلثومؓ کا نکاح حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ ہوا۔ نسل کا سلسلہ صرف حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ سے جاری ہوا۔

سبل الہدیٰ میں ایک اور صاحبزادے کا نام محسن زیادہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ محسن اور رقیہ نے کمسنی میں انتقال کیا۔ علمائے امامیہ کے نزدیک محسن کا پیدا ہونا ثابت نہیں البتہ حمل ساقط ہوا تھا۔

فاطمۃ الزہراؓ نے آنحضرت صلعم کی وفات کے پورے چھ مہینے کے بعد شب سہ شنبہ تیسری رمضان

---

[1] جہیز میں چکی کا دیا جانا روایت صحیحہ کے رو سے ثابت نہیں ہے۔ ۱۲

[2] اللہ تمہاری پریشانیوں کو دور کرے۔ اور خیریت سے رکھے۔ اور اقبال مند کرے۔ اور تم دونوں کو برکت دے اور تم سے کثرت سے نیک اولاد ہو۔ ۱۲

[3] دیکھو صحیح بخاری باب الجہاد اور معارف ابن قتیبہ ذکر اولاد عمرؓ ۱۲

سنہ ۱۱ ہجری میں وفات پائی۔

آپکی وفات کے چوبیس برس بعد سنہ ۳۵ھ میں حضرت علی مرتضیٰؓ مسند آرائے خلافت ہوئے اور پانچ برس جانشینی رسولخدا صلعم کے فرائض ادا کر کے اکیس ۲۱ رمضان شب جمعہ سنہ ۴۰ھ میں ابن ملجم شقی کے ہاتھ سے شہادت کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے۔ کرم اللہ وجہہٗ اسوقت حضرت امام حسینؓ صاحب نسب کی عمر تقریباً سات سال کی تھی۔

حضرت امام حسینؓ کے حالات

آپکی ولادت مدینہ منورہ میں سہ شنبہ پانچویں شعبان سنہ ۴ھ میں واقع ہوئی جبوقت یہ خبر فرحت اثر جناب رسالتمآب صلعم کے سمع مبارک میں پہنچی تو آپ حجرۂ بتول میں تشریف لائے اور امام کو اپنی آغوش محبت میں لیا۔ داہنے کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت کہی (یہ شعار شعائر اسلام میں سے ایک بہترین رسم ہے)

آنحضرتؐ نے آپکا نام حسینؓ رکھا ابو عبد اللہ کنیت رشید طیب زکی سید مبارک وفی سبط تابع لمرضاۃ اللہ لقب تھا جس طرح امام حسنؓ سر سے سینہ تک رسولخدا صلعم سے مشابہ تھے اسی طرح آپ سینہ سے پاؤں تک جناب رسالتمآب صلعم سے مشابہت تام رکھتے تھے۔ اور آپکی پیشانی جبین اور پرُنور رخساروں سے مشکوٰۃ نبوت کے انوار درخشاں تھے۔ آپ علوم کتاب و سنت کے خزینہ دار خوش بیانی اور سخن طرازی کے جوہر قابل اور فنون سپہ گری کے ماہر کامل اور سر عسکر تھے آپکے مجاہدانہ جوش اور غیرت و حمیت اسلامی اور موروثی طبیعت شجاعت میں ضرب المثل کے طور پر

ہم دو شعر آپکے نقل کرتے ہین ؎

فَاِنْ تَکُنِ الدُّنیا تُعَدُّ نَفِیْسَۃً　　فَاِنَّ ثَوَابَ اللّٰہِ اَعْلٰی وَاَنْبَلُ

ترجمہ۔ اگر دنیا کو نفائس اشیا مین شمار کیا جائے　　تو رضاء الٰہی اس سے کہین بڑھکر اعلیٰ اور اشرف ہے

وَاِنْ یَکُ لَا بُدَّ مِنَ الْمَوْتِ لِلْفَتٰی　　فَقَتْلُ اِمْرَءٍ فِی اللّٰہِ بِالسَّیْفِ اَجْمَلُ

ترجمہ۔ اور اگر موت کا آنا انسان کیلئے لازمی ہے　　تو خدا کی راہ مین سرفروشی کرنا زینت ہے

آٹھ[1] حدیثین خاص آپکی زبانِ مبارک سے اہل روایت نے نقل کی ہین

واقعاتِ زندگی جسقدر نتیجہ خیز ہین اُسی قدر بلکہ اُس سے زیادہ عبرت انگیز بھی ہین اُنکی تفصیلی بیان کیلئے ایک عظیم الشان دفتر درکار ہے۔

زمانۂ یزید مین خلافت کے متعلق نزاع واقع ہونے پر جگر گوشۂ شیرِ خدا کا اہلبیت کو لیکر مدینۂ منورہ سے نکلنا اور کوفہ والون کا بدعہدی سرد مہری اور روباہ بازی سے پیش آنا۔ آپ کا مردانہ وار میدان جنگ کی طرف رُخ کرنا۔ اور زمین کربلا مین خیمہ زن ہو کر عزت و حرمتِ اسلام قائم رکھنے مین سرفروشی استقلال اور بے نظیر صبر و شکیبائی کا جوہر آبائی دکھانا۔ اور بکمال شجاعت و بیجگری کے ساتھ بحالت تشنگی جرعۂ شہادت سے اپنی پیاس بجھانا۔ ایسا دردناک منظر ہے جسکا سین کھینچنے کے لئے فولاد کا قلب اور پتھر کی زبان بھی کافی نہین۔

آپکا تخیلہ و دماغ اُس وقت بازیچۂ روزگار کی جن شاطرانہ چالون کا تماشا اور جن اصول

[1] تقصار جیود الاحرار صفحہ ۱۲

ارتقاء اور انحطاط و تنزلِ اقوام اور قوانین فناء و بقاء امم کا مطالعہ کر رہا تھا افسوس ہے کہ حریفوں کا کمزور دل و دماغ اُن کے مشاہدہ سے قاصر اور اُن کی فہم و ادراک سے عاری و عاجز تھا۔

امام حسینؓ آپ اپنی آنکھوں سے ایک طرف نخوت و غرور اور عصیان و طغیان اور فساد و ابنائے ہم کی کا استیلا دیکھ رہے تھے (جو از منۂ مظلمہ کے آثار عظیمہ اور امم ضالّہ مضلّہ مفقودہ میں سے ہیں) اور دوسری طرف آپ خیر و برکت اسلامی سعادت و اصلاحِ ملّی فوز و فلاحِ قومی۔ اور اعمال صالحہ دینی کے روبزوال آفتاب کا نظارہ کر رہے تھے جس نے اپنی نورانی شعاعوں سے جہالت و نادانی نفاق و شقاق اور خسارت و خذلان کی تاریکیوں سے دنیا کو نجات دینے کا عزم بالجزم کر لیا تھا۔

غرض اسلامی نظامات علم و عمل میں جو تصادم اُس وقت جاری تھا اور فرشتۂ نور اور عفریت ظلمت میں جو ہنگامۂ کارزار اس وقت برپا تھا اُسکے مقابل میں آپکی مخلصانہ للّٰہیت شجاعانہ ہمّت اور اسلامی غیرت معرکۂ کربلا کی کیا پروا کر سکتی تھی۔

آپ رسول اللہ (روحی فداہ کے) خیر الخلف اُسوۂ حسنہ اور سچّے مرد خدا تھے۔ آپ نے دنیا سے اسلام کو حمایت و حمیت اسلام کا عملی نمونہ دکھا دیا اور خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کا غیر متزلزل و غیر متبدل وعدہ اُنکو یاد دلا دیا جو لوحِ روزگار پر منقوش اور قرآن حکیم کے مبارک صفحات پر تحریر و مصئون ہے۔ " وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهِ الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيْرًا "

یہ واقعۂ قیامت انگیز روز جمعہ دسوین محرم سنہ ۶۱ھ مین پیش آیا۔ بعد شہادت کے آپکے جسم اقدس پر تینتیس ۳۳[1] زخم شمار کیے گئے۔ قاتل شقی کا نام سنان بن انس نخعی ہے۔

حضرت امامؓ کے اس واقعۂ شہادت مین انکی اولاد یعنی سادات بنی فاطمہ اور محبان اہلبیت کے لئے بالعموم بہت سی عبرتین اور بصیرتین قابل غور و خوض اور بہت سے اعلیٰ اخلاقی صفات لائق عمل و اتباع ہین۔ نقل مین مدد کرے۔

امامؓ کی پانچ بیویان تھین۔ شہربانو دختر یزدگرد شاہ فارس۔ یہ معرکہ کربلا سے پہلے وفات پاچکی تھین۔ انکا مدفن طہران مین کوہ سمران پر واقع ہے۔ لیلیٰ بنت ابی مرہ ثقفی۔ رباب دختر امرؤالقیس ام اسحاق دختر طلحہ بن عبداللہ تیمی قضاعیہ۔

اولاد مین چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیان تھین۔ علی اکبر یہ امام کے ساتھ میدان کربلا مین شہید ہوگئے۔ علی اصغر زین العابدین یہ حضرت شہربانو دختر یزدگرد کے بطن سے تھے واقعۂ کربلا کے دن بیمار صاحب فراش تھے۔ اسی لئے معرکہ جنگ مین شریک نہوسکے۔ سادات حسینی کی نسل صرف انھین سے قائم رہی۔ اور عبداللہ۔ یہ بھی واقعۂ کربلا کے روز شہید ہوگئے جعفر انھون نے امامؓ کی زندگی مین وفات پائی۔ لڑکیون مین سکینہؓ اور فاطمہ تھین۔

حضرت امام زین العابدین کے حالات

یہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی وفات کے دو سال پہلے مدینۂ منورہ مین پنجشنبہ پانچوین شعبان

[1] یہ تعداد حافظ عبدالعزیز جنابذی کے بیان کے مطابق لکھی گئی ہے اور شیخ مفید الامینہ نے بھی اسی سے اتفاق کیا ہے فرح الناس صفحہ ۲۰

سنہ ۳۸ھ مین پیدا ہوئے سجّاد اور ذو الثفنات لقب تھا معرکۂ کربلا کے زمانہ مین آپ کی عمر تیئیس ۲۳ برس کی تھی۔ علوم کتاب و سنت کے جواہر زواہر اور لآلی آبدار سے آپکا سینہ مالامال تھا۔ خصوصًا فقہ حدیث مین اپنے وقت کے فرزانۂ روزگار اور وحید العصر تھے۔ ورع و تقوی مین بڑا عالی مرتبہ رکھتے تھے زہری کا قول ہے کہ "مین نے اعاظم قریش مین آپسے زیادہ فاضل اور جلیل القدر آدمی نہین دیکھا" روایت حدیث کثرت سے کیا کرتے تھے۔ ثقہ راویون کے طبقہ مین آپکا درجہ بہت بلند تھا۔

آپ نے اپنی آنکھ سے خلافت بنی اُمیہ کے تین تاجدارونکا زمانہ دیکھا تھا۔ خلیفہ مروان عبد الملک اور ولید بن عبد الملک یہ وہ زمانہ تھا کہ بنی فاطمہ کی ادنی نقل و حرکت اور معمولی سے معمولی افعال و اعمال پر بھی تجسسانہ نظر رکھی جاتی تھی۔ اکثر شبہات وارد کیے جاتے تھے۔ اور ایک ادنی شبہہ کے ورود پر سخت گیری، قید اور جلاوطنی سے بھی دریغ نہین کیا جاتا تھا مگر باینہمہ جس متانت و وقار کے ساتھ دربار خلافت کے تعلقات کو آپ نے نباہا اور جو عزت و احترام آپ نے بارگاہ خلافت مین قائم رکھا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔

ایکبار آپ کو کسی بدگو آدمی کی سعایت کا حال معلوم ہوا۔ تو آپ خود اُس کے گھر پر تشریف لے گئے اور فرمایا "اِنْ کَانَ مَا قُلْتَہٗ فِیَّ حَقًّا فَاَنَا اَسْئَلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ وَاِنْ کَانَ مَا قُلْتَ بَاطِلًا فَاللّٰہُ یَغْفِرُ لَکَ یعنی "اے شخص جو کچھ تو نے میری نسبت بیان کیا اگر وہ سچ ہے تو خدا میری خطا کو معاف کرے اور اگر غلط ہے تو مین دعا کرتا ہون کہ خدا تیرے قصور کو بخش دے۔

آپؑ[1] کی شان مین عرب کے مشہور شاعر فرزدق کا قصیدہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے مقابلہ مین زبان زد روزگار ہے۔ مولانا جامی نے بھی اُسکا ترجمہ نظم فارسی مین کیا ہے۔

وفات آپ کی دسوین محرم ۹۴؁ھ مین ہوئی اور بقیع مین مدفون ہوئے۔ آپکے چھ[2] لڑکے تھے امام محمد باقرؑ عبداللہ باہر عمر اشرف زید شہید حسینؑ اصغر۔

حضرت امام محمدؐ باقرؑ کے حالات

آپکی ولادت مدینہ منورہ مین روز جمعہ تیسری صفر ۵۷؁ھ مین ہوئی۔ آپ کی والدہ اُم عبداللہ حضرت امام حسنؑ کی صاحبزادی تھین۔ اسی زمانہ مین ولید بن عبدالملک مسند آرائے خلافت تھا۔ آپکو فنون ادب سے خاص مناسبت اور دلچسپی تھی۔ علوم قرآن سالوقائع سنن اور سیرت سلف کی معرفت مین بحر مواج تھے۔ طبقۂ تابعین مین رفیع المنزلت تھے۔ فقہائے مدینہ مین خاص عظمت وامتیاز کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ابن مسیب ابن حنفیہ اور تابعین کی ایک جماعت کبار نے آپ سے روایت حدیث کی ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے ذات پاک کی ایک عالم کی موت شیطان کو ستر عابدون کی موت سے زیادہ عزیز ہے۔"

---

[1] تقصار جیود الاحرار صفحہ ۱۳۔

[2] صاحب ساکن زیدیہ نے لکھا ہے کہ آپکے پندرہ لڑکے تھے انمین سے آٹھ لڑکون سے کوئی اولاد نہین ہوئی سادات واسطی بلگرامی وبارہہ وغیرہ کا سلسلہ نسب زید شہید سے ملتا ہے۔ اور سادات بخاری قنوج اُچھ وملتان اور بعض سادات حوالی عظیم آباد واحمد آباد وگجرات وخورجہ وشکارپور کا سلسلہ نسب امام زین العابدین تک پہونچتا ہے ۱۲

آپکی وفات ابراہیم بن ولید کے عہد خلافت میں سنہ ۱۱۶ھ میں ہوئی اور بقیع میں قبہ عباس کے اندر مدفون ہوئے۔ آپکے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں جعفر صادق علیہ السلام ابراہیم عبید اللہ علی۔

حضرت امام جعفر صادق کے حالات

آپ سترہ ربیع الاول سنہ ۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپکی والدہ ام فروہ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رض کی صاحبزادی تھیں۔ اور قاسم کی والدہ بھی عبدالرحمن بن ابی بکر کی بیٹی تھیں اسی وجہ سے آپ فرمایا کرتے تھے۔ "ولدنی[۱] الصدیق مرتین" میں دو مرتبہ صدیق سے پیدا ہوا"

چمنستان نبوت کا یہ تازہ نخل جس طرح علوم کتاب و سنت کے اثمار بہشتی سے بار آور تھا اسی طرح فن کیمیا یعنی کیمسٹری کا ایک ایسا نونہال تھا جو بطور ایک نئی قلم کے سرزمین عرب کے ریگستانی ملک میں پہلے پہل لگایا گیا اور وہیں پھولا اور پھلا۔ اوسنے گل و بوٹا اور شگوفہ اس نے کھلائے۔ اس وقت تک خاندان نبوت کو علوم فلسفہ و سائنس کی کسی شاخ میں کوئی خاص شہرت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ آپ ہی سے تاریخ اسلام میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔ گویا آپ کی ذات اقدس ایک سحاب نیسان اور ایک گوہر بار تھی۔ جو سرزمین عرب کو سیراب و شاداب کرتی ہوئی اور تاریخ اسلام کی جیب و دامن کو موتیوں سے بھرتی ہوئی

[۱] تقصار جیود الاحرار صفحہ ۱۳۔

گذر گئی ـ

علماء کیمیا کے سرنامۂ تراجم پر آپ کا اسم گرامی روشن حرفون مین چمکتا نظر آتا ہے ـ جسطرح یحییٰ بن سعیدؒ ابن جریحؒ مالک بن انسؓ ثوریؒ ابن عینیہؒ ابو یزید بسطامی اور امام ابو حنیفہؓ وغیرہ اعیان ملّت و مجتہدین اعظم کو آپ سے روایت حدیث اور علوم کتاب و سنت کے اخذ کرنیکا فخر حاصل ہے ـ اُسی طرح ابو موسیٰ جابر بن حیّان طرطوسی کو جو صنعت کیمیا کے ماہرین فن مین خاص شہرت و امتیاز رکھتا ہے ـ آپ سے فن مذکور کے اصول و فروع حاصل کرنے اور آپ کے کمالات علمی کے خوان کرم کے زلہ ربائی کرنے پر ناز ہے ـ

اُس نے امامؑ کے نام نامی سے ایکہزار اوراق مین پانسو رسالے فن کیمیا مین جمع اور مرتب کیئے ـ اُنمین سے بعض رسالے چھپکر یورپ اور ایشیا مین شائع ہو چکے ہین ـ کتاب جفر و جامعہ بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہین ـ

ایک روز امامؑ اور اُنکے شاگرد رشید امام ابو حنیفہؓ سے ایک دلچسپ مکالمہ ہوا ـ

امامؑ ـ تمھارے نزدیک عقلمند آدمی کی کیا پہچان ہے ؟ ـ

ابو حنیفہؓ ـ جسکو خیر و شر کی تمیز ہو ـ

امامؑ ـ یہ صفت تو بہائم مین بھی موجود ہے ـ جو اُن کو مارتا ہے اُس سے خائف ہوتے ہین اور جو اُنکو دانہ گھانس دیتا ہے اُس کے پاس دوڑتے ہین ـ

لہ۵ - ابن خلکان و فرع النامی صفحہ ۲۷ - ۵۲ - تقصار جیود الاحرار صفحہ ۱۵ ـ

ابوحنیفہ رضؓ۔ آپ ارشاد فرمائین۔

امامؓ۔ جو دو خیر اور دو شر مین تمیز کرنیکی صلاحیت رکھتا ہو۔ تاکہ اُنمین سے خیر الخیرین اور خیر الشرین کو چُن لے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ "خدا نے دنیا مین بھی بہشت اور دوزخ پیدا کی ہے، دنیا کی جنّت عافیت نفس ہے، اور دنیا کی دوزخ بلائے نفس ہے عافیت نفس اسکا نام ہے کہ تو اپنے تمام کامون کو خدا پر چھوڑ دے، اور بلائے نفس یہ ہے کہ خدا کے کامون کو تو اپنے نفس پر چھوڑ دے"۔

حکایت۔ ایکروز خلیفہ منصور کے مُنھ پر مکھی بیٹھ گئی اُس نے بے پروائی سے اُس کو اڑا دیا وہ پھر مُنھ پر آبیٹھی تو منصور نے متنفّص ہوکر امامؑ سے پوچھا کہ "مکھی پیدا کرنے مین خدا کی کیا حکمت ہے" امامؑ نے بلا تأمل جواب دیا "لِيُذِلَّ بِهَا الْجَبَابِرَةَ اس سے کہ متکبر اور مغرور لوگون کو ذلیل کرے"۔

آپ نے عہد خلافت منصور مین شوال ۱۴۸ھ مین ۶۵ برس کی عمر مین وفات پائی اور اپنے اسلاف کے پاس بقیع مین مدفون ہوئے۔

آپکے تیرہ ۱۳ لڑکے اور چار لڑکیان تھین۔ عبداللہ حسن محمد اکبر محمد اصغر عباس عبیداللہ حسن عیسٰی موسیٰ کاظم اسمٰعیل محمد دیباج لقب مامون اسحاق موتمن علی عریضی۔

حضرت امام موسیٰ کاظم رضؓ کے حالات

آپکی ولادت سہ شنبہ ۱۲۸ھ مین ہوئی۔ صابر صالح امین کاظم لقب ابوالحسن کنیت

اہل عراق آپکو باب الحوائج کہا کرتے تھے۔ اس لئے کہ آپ حاجتمندوں کی دستگیری میں سرگرم رہا کرتے تھے۔

آپکی گفتگو جو خلیفہ ہارون الرشید سے سیادت کے باب میں ہوئی تھی ہم اس کو آغاز کتاب میں لکھ چکے ہیں۔

آپ نہایت حاضر جواب آزاد طبع حلیم مزاج اور فیاض تھے۔ آپکا قیام مدینہ منورہ میں رہتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مہدی کے سر پر چتر خلافت سایہ افگن تھا۔ بنی فاطمہ اور آل عباس میں جو رقابت قدیم سے خلافت کے متعلق چلی آتی تھی اس کا اقتضا ہی یہ تھا کہ کسی وقت سکون اور اطمینان سے خاندان نبوت کو بیٹھنا نصیب ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ مہدی نے بغداد سے مدینہ کی جانب نزول اجلال فرمایا۔ پھر کیا تھا خود غرضان و انتقام طلب کو ایک مشغلہ ہاتھ آگیا اور امامؑ کی جانب سے خلیفہ مہدی کے خوب کان بھرے گئے۔ یہاں تک کہ خلیفہ نے وقت مراجعت امامؑ کو ہمراہ رکاب رہنے کا حکم دیا۔ اور بغداد میں پہنچکر ان کو زندان میں قید کر دیا اسی اثنا میں ایک رات مہدی نے خواب میں حضرت علی مرتضیٰؑ کو دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں "یَا مُحَمَّدُ! فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ" اے محمد تجھسے کیا یہ بعید ہے کہ اگر تم پھر بیٹھو تو اس صورت میں بھی ملک میں فساد کرنے لگو اور اپنے ناتے قطع کرنے لگو۔"

جب صبح کو سو کر اٹھا تو اس نے امامؑ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت وہ حسن اتفاق سے

۱؎ فروع الثانی صفحہ ۱۲-۱۳

تلاوت قرآن مجید مین مشغول تھے۔ اور یہی آیت اُنکے وردِ زبان تھی۔

جب یہ بارگاہ خلافت مین پہونچے تو خلیفہ نے تعظیماً اُن سے معانقہ کیا اور اُنکو تخت پر اپنے پہلو مین بٹھایا اور ساری کیفیت خواب کی بیان کی پھر اُن سے تجدید عہد کرنا چاہی کہ کسی وقت وہ اُسکے یا اُسکی اولاد کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرینگے۔ امامؑ نے فرمایا کہ "کبھی کوئی امر نہ مجھسے آجتک ایسا سرزد ہوا اور نہ یہ میرے حال کے شایان ہے"۔ مہدی نے کہا "آپنے سچ فرمایا" پھر تین ہزار دینار عطا کرکے عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ آپ وہان سے روانہ ہوکر مدینۂ منوّرہ تشریف لے آئے اور مہدی کے عہد خلافت تک باسائش تمام وہان رہے۔

جب ہارون الرشید نے تخت خلافت کو زینت دی تو اُس نے کچھ دنون کے بعد مدینۂ منوّرہ کا بہ نیتِ سفر کیا اور وہان داخل ہوکر امامؑ کو اپنے ہمراہ بغداد چلنے کی تکلیف دی اور بغداد پہونچکر پھر اُن کو بدستور سابق زندان مین قید کردیا۔ امام کے بقیہ ایام زندگی زندان ہی مین بسر ہوئے۔

ماہ رجب سنہ ۱۸۳ ہجری مین آپنے وفات پائی اور مقبرۂ شونیزیہ مین مدفون ہوئے۔

آپ کی اولاد مین پچیس ۲۵ صاحبزادے اور اٹھارہ ۱۸ صاحبزادیان تھین۔ احمد۱ جعفر۲ اکبر۳ داؤد۴ محمد۵ سلیمان۶ یحییٰ۷ فضل۸ علی۹ عبدالرحمن۱۰ قاسم۱۱ ابراہیم اکبر۱۲ حسین۱۳ زید۱۴ ہارون۱۵ علی رضا۱۶ ابراہیم اصغر۱۷ عباس۱۸ اسمٰعیل۱۹ عبیداللہ۲۰ حسن۲۱ اسحاق۲۲ حمزہ۲۳ محمد۲۴ جعفر۲۵۔

امام علی رضاؑ کے حالات

آپ مدینہ منوّرہ مین روز جمعہ ۱۵۳ھ ہجری مین پیدا ہوئے - ابوالحسن کنیت رضیؑ صابر زکی لقب - والدہ کے نام مختلف بیان کیے گئے ہین اُم البنین[لہ] اروہی سمانہ شقراء النوبیہ طاہرہ - ائمہ اثنا عشر مین آپ آٹھوین امام ہین علم و فضل اور کمالات سلف کے آپ ایک گلِ سرسبد تھے -

خلافت عباسیہ کے دو تاجدار یعنی امین اور خلیفہ مامون الرشید کا عہد خلافت آپ نے دیکھا - امین اگرچہ نہایت ذکی الطبع فصیح آرٹیٹر اور پاکیزہ شکل اور جمیل الشیم تھا نحو ادب لٹریچر اور فقہ مین خاص مہارت رکھتا تھا - بااینہمہ عیش طلب اور آرام پسند تھا - امین کے تمام وصاف مامون کے اوصافِ علم و فضل اور ذاتی خوبیون کے مقابلہ مین اُس کے زمانہ خلافت کی طرح سریع الزوال تھے مامون جس قدر خود قابل اور فرزانۂ روزگار تھا اُسی قدر منصف مزاج اور اہل کمال کا قدرشناس بھی تھا - اُس کا باپ ہارون کہا کرتا تھا کہ مین مامون مین منصور کا حزم مہدی کی متانت اور ہادی کی شان پاتا ہون - اور اگر اپنے سے بھی اُسے نسبت دینا چاہون تو دے سکتا ہون -

مامون کی منصف مزاجی اور قدرشناسی کا یہ ہی ایک واقعہ روشن ثبوت ہے کہ ایک مرتبہ جسوقت وہ دورہ کرتا ہوا شہر مدینہ ورود فرما ہوا تو اُس نے آل عباس کو ایک جگہ مجتمع ہونیکا

لہ رسالہ زیدیہ مین لکھا ہے کہ انکی ماں اُمّ البنین اُمّ ولد تھین ۱۲

حکم دیا۔ چنانچہ تمام عورت و مرد ملاکر تقریباً تینتیس ۳۳ ہزار آدمی جمع ہوئے پھر امام علی رضاؑ کو بُلایا اور عزت اور احترام کے ساتھ انکو ایک شاندار مقام پر بٹھایا اس کے بعد ارباب حل عقد کے مجمع کے سامنے تختِ خلافت کی جانب سے حسب ذیل تقریر کی:-

"صاحبو! میں نے آل عباس اور آل علی بن ابی طالب دونوں پر یکسان نظر ڈالی مگر مین نے اپنے اہل عصر میں علی رضاؑ سے بڑھکر نہ کسی کو علم و فضل کا گرانمایہ جوہر پایا نہ مجکو اُن سے بڑھ کر کوئی شایان شانِ خلافت نظر آیا اسلیئے مین اُن کو اپنا ولیعہد مقرر کرتا ہوں یہ اعلان شاہنشاہی تمام خلافت عظمیٰ میں مشتہر کردیا جائے"۔ یہ کہکر تخت سے اتر پڑا۔

اس واقعہ کے بعد مامون نے اپنی شاہزادی اُمّ حبیب کا عقد امام علی رضاؑ کے ساتھ ۲۰۲ھ سنہ ہجری مین کر دیا۔ اور بطور علامتِ ولیعہدی دینار و درم پر اُنکے نام کا سکہ نقش کرایا مگر امام علی رضاؑ نے عواقبِ اُمور پر نظر کرکے ولیعہدی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

خاندانِ عباس کے سربرآوردہ لوگوں نے بھی یہ دیکھ کر کہ عنانِ خلافت دوسرے خاندان مین منتقل ہوئی جاتی ہے مامون سے خلع خلافت کرکے ابراہیم بن مہدی عم مامون الرشید کی بیعت پر اجماع کیا۔ یہ ایک طویل داستان ہے۔ جسکے بیان کا یہ موقع نہیں۔

ایک مرتبہ امام علی رضاؑ نیشاپور تشریف لیگئے تو وہان کے ائمہ اور حفاظ ابوذرعہ اور ابومسلم طوسی وغیرہ نے آپکا بڑے طمطراق کے ساتھ استقبال کیا۔ اور ادب کے ساتھ یہ خواہش کی کہ آپ کوئی حدیث اپنے آباؤ کرام کی سند سے بیان فرمائین آپنے اُن کی استدعا منظور فرمائی اور ذیل کی روایت بیان کی۔

قال حدثنی ابو موسیٰ کاظم عن ابیہ
جعفر الصادق عن ابیہ محمد الباقر
عن ابیہ علی زین العابدین عن ابیہ
شہید کربلا عن ابیہ علی المرتضیٰ قال
حدثنی حبیبی وقرۃ عینی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم قال حدثنی جبریل
علیہ السلام قال حدثنی رب العزۃ سبحانہ
تعالی کلمۃ لا الہ الا اللہ حصنی فمن
قالہا دخل حصنی ومن دخل حصنی
امن من عذابی

ترجمہ۔ مجھ سے بیان کیا موسیٰ کاظمؑ نے اُن سے اُن کے باپ جعفر صادقؑ نے پھر اُن سے اُن کے باپ محمد باقرؑ نے پھر اُن سے اُن کے باپ علی زین العابدین نے پھر اُن سے اُنکے باپ شہید کربلا یعنی امام حسینؑ نے پھر اُنسے اُنکے باپ علی مرتضیٰؑ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے محبوب میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول خدا صلعم نے بیان کیا کہ جبریل نے مجھے خبر دی کہ مجھ سے رب العزت سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے اور جس نے یہ کلمہ کہا اُسنے میرے قلعہ مین پناہ لی اور جس نے میرے قلعہ مین پناہ لی اُس نے میرے عذاب سے نجات پائی۔

جب آپ یہ روایت ختم کر چکے تو حاضرین جلسہ کا شمار کیا گیا اُس وقت بیس ہزار آدمی سے زیادہ موجود پائے گئے۔

تھوڑے دنون مین اس روایت کا (جسکو اصطلاح محدثین مین سلسلۃ الذہب کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے) عام شہرہ ہو گیا۔

جب یہ حدیث بعض شاہان آل سامان کو پہونچی تو انھون نے اُس کو آب زر سے لکھوا کر وصیت کی کہ بعد وفات یہ ہمارے کفن کے اندر رکھدی جائے۔ اور اسی پر عمل کیا گیا اسکے بعد بعض صلحا نے اپنی رویا صالحہ کے ذریعہ سے اس حدیث کے موجب مغفرت ہونیکی مزید تائید

اور توثیق کردی۔

آپ نے اخیر صفر ۲۰۳ھ کو پچپن برس کی عمر میں وفات پائی۔ خلیفہ مامون نے آپکے جنازہ کی نماز پڑھی۔ شہر طوس[1] مین جواب مشہد مقدس کے نام سے مشہور ہے آپ مدفون ہوئے۔ آپکی اولاد مین پانچ لڑکے اور ایک صاحبزادی تھیں محمد تقی حسن ابو محمد علی حسین موسیٰ لیکن بجز محمد تقی کے اور کسی سے اولاد باقی نہین رہی۔

حضرت امام محمد تقی کے حالات

یہ مدینہ منورہ مین روز جمعہ ۱۹۔ رمضان ۱۹۵ھ مین پیدا ہوئے۔ جواد قانع مرتضیٰ لقب۔ والدہ کا نام خیزران تھا بعض نے سکینہ مریسیہ نام لکھا ہے۔

آپ تقریباً نو برس کے تھے کہ ایک روز خلیفہ مامون الرشید نے شکار کی تیاری کی اور اس کی سواری بڑے تزک و احتشام کے ساتھ شہر بغداد مین ہوکر گذری۔ کچھ لڑکے راہ مین کھیل رہے تھے اور اتفاق سے یہ بھی وہان کھڑے ہوئے تھے یکایک ہٹو اور بچو کی آواز آنا شروع ہوئی اور شاہی جلوس سامنے سے آتا ہوا نظر پڑا۔ شہر کے لڑکے بھاگ کر ادھر ادھر کی گلیون مین جا چھپے۔ یہ بدستور اپنی جگہ پر مؤدب کھڑے رہے۔ یہانتک کہ شاہی سواری قریب آگئی۔ مامون الرشید (جو لڑکون کا بھاگنا اور امام کا اپنی جگہ سے نہ ہٹنا دیکھ چکا تھا) انکی جرأت اور بے ساختگی سے متعجب ہوکر بولا صاحبزادے

[1] یہ شہر صوبۂ خراسان کے شہرون مین سب سے قدیم تر ہے۔ طوس جمشید اور طوس بن نوذر نے اسکی بنیاد رکھی ۲۹ھ مین جبکہ حضرت عثمان تخت خلافت پر متمکن تھے یہ فتح ہوا اُس وقت سے آج تک اُسکو زیر سایۂ اسلام ہونیکا فخر ہے۔ اسکا طول بلد ۸ درجہ اور عرض بلد ۳۷ درجہ ہے۔ [2] نقصا رجہ دالا مرار صفحہ ۱۹۔

سب لڑکے تو بھاگ گئے تم کیوں نہ بھاگے؟" انہوں نے نہایت سادگی سے مگر متانت کے لہجہ میں فوراً جواب دیا۔

" یا امیر المومنین لم یکن بالطریق ضیق فاوسعہ لک ولیس لی جرم فاخشاک والظن بک حسن انک لا تضر من لا ذنب لہ"

ترجمہ اے امیر المومنین راستہ تنگ نہ تھا اور نہ میں ایک کنارہ ہو جاتا۔ نہ میں مجرم سرکاری تھا جو مجکو خوف طاری ہوتا۔ میں امیر المومنین کی ذات کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہوں۔ مجکو یہ اطمینان ہے کہ آپ بلا قصور کسی کو سزا نہیں دیتے۔"

مامون نے اس دانشمندانہ جواب سے متحیر ہو کر باپ کا نام پوچھا اور یہ سن کر کہ آپ محمدؑ بن علی رضاؑ کے صاحبزادے ہیں آپ کے ساتھ بہت کچھ شفقت و مہربانی کا برتاؤ کیا اور روانہ ہو گیا۔

جب آپ کی عمر ابتدائی مرحلے طے کر کے سن رشد کو پہونچی۔ تو مامون نے اپنی شاہزادی ام فضل سے آپکا نکاح کر دیا۔ دوسری بیوی آپکی عمار بن یاسر کی صاحبزادی تھیں۔ آپ نے دو تاجداران خلافت یعنی مامون اور معتصم کا زمانہ دیکھا۔

عہد خلافت معتصم میں ذی الحجہ ۲۲۰ھ میں وفات پائی۔ معتصم باللہ نے بہ نفس نفیس امامؑ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ بغداد[۱] میں مدفون ہوئے تین لڑکے اور دو لڑکیاں باقی چھوڑیں علی نقی

[۱] یہ شہر دنیا کے اعظم ترین ممالک میں ہے۔ اسکا سنگ بنیاد خلیفہ ثانی المنصور باللہ عباسی نے ۱۴۵ھ میں رکھا۔ اسکا نام ام الدنیا۔ سیدۃ البلاد۔ مدینۃ السلام جنۃ الارض قبۃ الاسلام۔ مجمع الرافدین عین العراق اور دار الخلافت ہ

موسیٰ مبرقع۔ یحییٰ۔

حضرت امام علی نقیؑ کے حالات

آپ کی ولادت مدینہ منورہ مین تیرہ ۱۳ رجب ۲۱۴ھ مین ہوئی۔ ابوالحسن کنیت عسکری، متوکل، ناصح، متقی، مرتضیٰ، فقیہ، امین، طیب، خالص، ہادی، لقب۔ والدہ کا نام سمانہ تھا۔

جیسا کہ آپ کے القاب مشہورہ سے ظاہر ہے درحقیقت آپ جامع علوم و اوصاف تھے اور اپنے بزرگان سلف کی طرح آزاد طبعی نکتہ سنجی کمالات باطنی شجاعت بلند حوصلگی اور اخلاق اسلامی سے (جو خاندان نبوت کا خاص ترکہ ہے) متصف تھے۔ آپ نے متواتر واثق باللہ، متوکل علی اللہ، منتصر باللہ۔ اور مستعین باللہ۔ چار خلفاء عباسیہ کا عہد خلافت بچشم خود دیکھا تھا اور زمانہ کے گرم و سرد اور نشیب و فراز کو بہ نگاہ عبرت ملاحظہ کیا تھا۔

بعض بداندیش لوگون نے متوکل سے مخبری کی کہ آپکے گھر مین اسلحہ جنگ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چھپا ہوا ہے اور باغیان خلافت کا آپ کے یہان مجمع رہا کرتا ہے چنانچہ اس وقت بھی دشمنان خلافت کی ایک خفیہ کمیٹی آپ کے یہان جمع ہے۔ اور سیاسی مباحث مین مشغول ہے خلیفہ نے حکم دیا کہ ایک پولیس کا گارڈ فوراً آپ کے مکان پر روانہ کیا جائے اور اُس کو ہدایت کی جائے کہ وہ جس حال مین ہون اسی طرح اُن کو گرفتار کرکے بارگاہ خلافت مین حاضر کرے۔

جب یہ پولیس کی دوڑ آپ کے مکان پر پہونچی تو اُس نے دیکھا کہ آپ تنہائی مین بیٹھے ہوئے رو بہ قبلہ تلاوت قرآن مجید مین مشغول ہین اُنھون نے آپ کو اسی حال مین گرفتار کرکے

متوکل کی حضور میں پیش کیا۔

متوکل کے یہاں اُس وقت مجلسِ شراب گرم تھی اور بادۂ ارغوانی کے دور پر دور چل رہے تھے۔ خلیفہ نے آپ کو نہایت تعظیم و احترام کے ساتھ بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے ساغرِ شراب پیش کیا۔ آپ نے فرمایا یا امیرالمومنین ما خامر لحمی ودمی قط فاعفنی منہ "

"اے امیرالمومنین میرا گوشت اور میرا خون کبھی شراب سے آلودہ نہیں ہوا مجکو معاف فرمائیے"

یہ سُن کر اُس نے آپ سے مناسبِ وقت دلاویز اشعار پڑھنے کی فرمایش کی آپ نے جواب دیا کہ امیرالمومنین مجکو تو اشعار سے کچھ مناسبت و دلچسپی نہیں ہے۔

خلیفہ نے کہا خیر کیا مضائقہ ہے دو چار شعر جو کچھ بھی یاد ہوں اس وقت سُنانا چاہیے۔ آپ نے اول دردانگیز لہجہ میں قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کی۔

کَمْ تَرَکُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ کَرِیْمٍ وَّنَعْمَۃٍ کَانُوْا فِیْہَا فٰکِہِیْنَ کَذٰلِکَ وَاَوْرَثْنٰہَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ فَمَا بَکَتْ عَلَیْہِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا کَانُوْا مُنْظَرِیْنَ ؎	ترجمہ یہ لوگ کتنے ہی باغ اور نہریں اور کھیتیاں اور کتنے ہی عمدہ عمدہ مکانات اور کتنے ہی عیش و آرام کے ساز و سامان چھوڑ کر مر گئے جنمیں مزے اڑایا کرتے تھے واقعہ میں ایسا ہی ہوا اور ہمنے دوسری قوموں کو اس تمام ساز و سامان کا وارث بنا دیا۔ تو اُن لوگوں پر زمین و آسمان کسی کو بھی رقت نہیں آئی اور نہ انکو توبہ اور ندامت کی مہلت ہی ملی

پھر آپنے چند اشعار عربی پڑھکر سُنائے جنمیں دنیاوی نعمتوں کا فانی اور زوال پذیر ہونا انسان کا مرکر ظلمت کدۂ قبر کو آباد کرنا اور آخر کار طعمۂ مور و کرم زمین بننا نہایت عبرت انگیز طریقے سے بیان کیا گیا تھا۔ چونکہ اکثر پڑھنے والونکو زمانہ کی خیرہ مذاقی کی وجہ سے عربی اشعار میں شاید زیادہ مزہ نہ آئیگا

اس لئے ہم اُن اشعار میں سے صرف ایک شعر نقل کرتے ہیں ؎

یا طالما اکلوا یوما وما شربوا　　فاصبحوا بعد ذاک الاکل قد اکلوا

متوکل یہ پُر عبرت اشعار سن کر بے اختیار رو دیا تک زار زار روتا رہا یہانتک کہ اُسکی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور ساری محفل پر ایک گریہ و بکا کا عالم طاری ہو گیا۔ خلیفہ کے اشارہ سے تمام شراب و کباب کا سامان جلد جلد سمیٹ کر دور کیا گیا۔ پھر آپ کی طرف متوکل نے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا آپ پر کچھ قرضہ ہے؟ آپ نے چار ہزار دینار کا قرض بتایا۔ متوکل نے اسی وقت خزانۂ شاہی سے چار ہزار دینار عطا کرنیکا حکم صادر کیا اور عزت و تکریم کے ساتھ آپکو رخصت کیا۔ دشمنان خاندانِ نبوت کو یہ بات کب پسند آسکتی تھی۔ اس واقعہ کے بعد طرح طرح کی مخبری کا بازار گرم ہوا۔ یہاں تک کہ آخر کار متوکل نے آپ کو آپ کے وطن مدینہ منورہ سے جلاوطن کر کے مقام سُرّمن رائے میں لا کر (جو اُس وقت بہت بڑا فوجی کیمپ تھا اور عسکر کے نام سے مشہور تھا) قید کر دیا۔ اسی زمانہ سے آپ امام عسکری کے لقب سے ملقب ہوئے بیس سال نو مہینے آپ نے قید میں گذارے اور آخر جمادی الثانی ۲۵۴ھ میں وفات پائی اور اپنے ہی گھر میں مدفون ہوئے آپ کے چھ صاحبزادے تھے۔ حسن عسکری جعفر زکی حسین مثنی۔ موسیٰ۔ محمد علی سوائے حسن عسکری اور جعفر زکی کے اور کسی اولاد سے نسل باقی نہیں رہی۔

جعفر زکی کا حال

افسوس ہے کہ انکے متعلق ہماری معلومات کا دائرہ نہایت محدود ہے۔ ہمکو انکی سنہ پیدایش وفات۔ تعلیم و تربیت اور واقعات زندگانی کا باوجود تلاش کے پتہ نہ لگا۔

شیخ شرف الدین نسابہ نے صرف اسقدر لکھا ہے کہ وہ کذّاب کے لقب سے مشہور تھے اس
شہرت کا باعث یہ ہوا کہ وہ مہدی بن حسن عسکری کی امامت پر طعن کیا کرتے تھے۔ اس لئے امامیہ
نے انکو کذّاب کہنا شروع کیا۔ حالانکہ مہدی سے دعوئے مہدیت کا کوئی ثبوت نہ تھا۔ پس
صاف ظاہر ہے کہ اس باب مین وہ بالکل صادق تھے۔ اور کذب کی نسبت انکے ساتھ
سراسر کذب ہے۔

انکی اولاد کو علماءِ نسب نے تین طرح پر تقسیم کیا ہے ایک وہ جن کے عقب مین اختلاف ہے
ان کے نام یہ ہین عبداللہ عبیداللہ عبدالعزیز ابراہیم حسن محسن محمد احمد موسیٰ دوسری وہ اولاد
جسکی نسل باتفاق نسابین باقی نہین رہی وہ یہ ہین عباس عیسیٰ احمد اسحاق تیسری وہ اولاد
جس سے سلسلۂ نسب ابتک جاری ہے اور وہ چھ بیٹے ہین علی اشقر اسمٰعیل یحییٰ طاہر ہارون
اور ادریس۔

سیّد السادات علی اشقر کا حال

یہ نقبائے بغداد کے سردار تھے انکے تین بیٹے تھے عبداللہ جعفر اسمٰعیل جعفر کے عقب مین اختلاف
ہے۔ انکا لقب علی مختار تھا۔

سید عبداللہ کا حال

انکی اولاد مین صرف ایک صاحبزادہ تھے جنکا اسم گرامی سید محمد ہے انھین سے سلسلۂ نسب
جاری ہوا۔ مشہد کاظمین کے نقابت کا منصب انھین سید محمد کو حاصل تھا اور انکا خاندان بغداد مین

اکابر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

سیّد محمدؒ کا حال

انکے البتہ پانچ بیٹے تھے ابوالقاسم سید احمدؒ یحییٰؒ علیؒ عیسیٰؒ محمودؒ قدرت سے نے سید عبداللہ کی اولاد مین کسی مصلحت کی بناپر جو کمی کی تھی اُسکی تلافی فیاض ازل نے اُنکے صاحبزادہ سید محمدؒ کے پانچ بیٹون سے کردی۔ ان پانچون سے مختلف خاندانون کی بُنیاد پڑی۔ یہ لوگ شہر بغداد کے مقابر قریش مین مدفون ہین۔

سید احمد کا حال

یہ بھی اپنے والد کے ساتھ بغداد مین رہے اور وہین مدفون ہوئے انکی نسل مین صرف ایک صاحبزادہ سید محمد تھے۔

سید محمدؒ کا حال

یہ اپنے خاندان مین پہلے شخص ہین جنھون نے اقامت بغداد کو خیرباد کہکر بخارا[1] کو

[1] یہ شہر ممالک ماوراء النہر کے بزرگ ترین شہرون مین ہے۔ بقول بطلیموس طول بلد اسکا ۸۷ درجہ اور عرض بلد ۴۱ درجہ ہے۔ اور مطابق زیج ابوعون عرض اُسکا ۳۶ درجہ پانچ دقیقہ ہے۔ صاحب معجم البلدان نے لکھا ہے کہ مین نے اسکی وجہ تسمیہ دریافت کرنیکی کوشش کی مگر کامیاب نہو سکا صاحب کتاب الصُّور نے لکھا ہے کہ لم اَرَ وَلا بَلَغنی فی الاسلام بلد احسن خارجا من بخارا معجم البلدان ۔۱۲

مستقل سکونت کے لئے انتخاب کیا۔ ان کی چار پشتین وہین گذرین۔
انکی اولاد مین صرف ایک صاحبزادے سید جعفر بخاری تھے۔

سید جعفر کا حال

انکی اولاد مین بھی سوائے سید علی موید کے کوئی اور پسر نہ تھا۔

سید علی موید کا حال

انکی اولاد مین بھی صرف ایک صاحبزادے تھے جنکا نام سید جلال اعظم تھا۔

سید جلال اعظم کا حال

ان کا نام حسین، ابو عبداللہ کنیت گلسرخ لقب تھا یہ اپنے عصر مین سرآمد اولیا دکبار مین سے تھے۔ کمالات باطنی اور قوت روحانی کے تابندہ مہر اور وحید عصر تھے ۶۵۱ھ کو ترک وطن کر کے بخارا سے ملتان مین وارد ہوئے۔ اور خانقاہ شیخ فریدالدین شکرگنج مین آکر ٹھہرے۔ وہان آرام لیکر بھکر آئے۔

یہان انھون نے ایک بشارت کی بنا پر جو خواب مین ہوئی تھی۔ سید بدرالدین بن سید صدرالدین خطیب بھکری کی دختر نیک اختر زہرہ خاتون سے اپنا عقد کیا۔
شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا ملتانی کے مرید با اختصاص تھے۔ شیخ الاسلام نے انکو

خرقہ خلافت عطا فرماکر شہر اچہ پر مامور کیا یہان آکر وہ اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق اخیر عمر تک رُشد و ہدایت کے اہم اور نازک فرض کو بڑی سرگرمی اور حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ اور یہین وفات پائی۔

آپ کی اولاد مین چار صاحبزادے تھے۔ علیؒ جعفرؒ سید محمدؒ غوث سید احمدؒ کبیر

سید احمدؒ کبیر کا حال

یہ وہ ہی سید احمد کبیر ہین جنکے نام پر ہندوستان کے جاہل نادان لوگ گائے ذبح کیا کرتے ہین اور جنکے نام نامی سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔

سید صاحبؒ موصوف کے دو صاحبزادے تھے سید جلال الدین قطب عالم اور سید صدر الدین محمد راجو قتال جنکی موجودہ نسل سرہند مین آباد ہے۔

سید جلال الدین قطب عالم کا حال

آپکی ولادت باسعادت شب برات ۷۰۷ھ ہجری کو ہوئی ابو عبداللہ کنیت قطب عالم مخدوم جہانیان جہان گشت لقب والدہ کا نام مریم ہے یہ سید مجد الدین کی صاحبزادی تھین۔ اور بقول دیگر آپ کی والدہ کا نام اخوند خاتون ہے یہ سید مرتضی کی بیٹی تھین۔ آپ علوم کتاب وسنت کے جوہر فرد اور کمالات باطنی کے معدن تہذیب اخلاق اور ملکات روحانی کے سہیل یمن تھے۔

مخدوم نے ابھی گہوارۂ طفولیت سے قدم باہر نکالکر رکھا ہی تھا کہ اُنکے والد ماجد نے اُن کو اپنے ساتھ لیجاکر بطور نیک فال حضرت شیخ جمال خجندی کی دست بوسی کا شرف بخشا

اُس وقت اُن کی عمر سات برس کی تھی مگر سعادت و رشادت کے انوار ابھی سے اُن کی جبین مبارک سے طالع اور نمایان تھے۔ چنانچہ شیخ نے اُنکے معصوم چہرہ پر نظر ڈالتے ہی فرمایا کہ "تو آن پسری کہ خاندان خود را تا قیامت منوّر داری"

جب وہ سن بلوغ کو پہونچے تو اُنھون نے ایک عظیم الشان سیاحت کا عزم مصمم کیا اور مکہ معظمہ مدینہ منورہ مصر شام بیت المقدس روم عراق خراسان بلخ اور بخارا کیطرف چل کھڑے ہوئے اس دوران سفر مین متعدد حج بھی کئے منجملہ اُنکے چھ حج اکبر تھے۔

مخدوم اس امر کے سخت مخالف تھے کہ آدمی کسی ایک شیخ کے حلقۂ ارادت مین داخل ہوکر اُسی کا ہو رہے۔ اُن کا خیال یہ تھا کہ فیاض ازل کی بخششین کسی ایک ملک یا ایک خاندان یا ایک قوم مین محدود و محصور نہین ہین۔

درحقیقت آپ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "جمیع مشائخ و فضلا را باید دید۔ واز ہر یک را نصیبے و فیضے باید ربود" یعنی آدمی کو تمام باکمال مشائخ و فضلا کا فیض صحبت حاصل کرنا چاہیے۔ اور ہر ایک سے بقدر مقدور تمتع حاصل کرنا چاہیے۔ بقول سعدیؒ ؎

"تمتع ز ہر گوشہ یافتم — ز ہر خرمنے خوشہ یافتم"

مخدوم نے اثنائے سیاحت مین تین ہزار چالیس سے زائد صاحبدلان ذی کمال کا فیض صحبت حاصل کیا دو سال تک مدینہ منورہ مین استاذ المحدثین شیخ عفیف الدین مطری شافعی یمنیؒ کی خدمت مین رہے۔ نسخۂ عوارف کا درس لیا۔ شیخ موصوف شیخ رشید الدین ابو القاسم محمد صوفیؒ کے خلیفہ تھے اور اُن کو خرقۂ خلافت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

نے عطا کیا تھا۔ جو شیخ سعدیؒ کے پیر طریقت ہیں مگر تعلیم و تربیت زیادہ مخدوم نے

شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردیؒ اور شیخ نصیر الدین محمود چشتی چراغ دہلی سے حاصل کی۔

خرقۂ خلافت اول اُن کو اُن کے والد اور چچا شیخ صدر الدینؒ بخاری نے عطا فرمایا بعد اُس کے شیخ الاسلام عفیف الدین مطریؒ نے حرم شریف نبوی میں انکو خرقۂ خلافت پہنایا وَبِلّٰہِ حَمْدًا اسی طرح اُن کو چودہ خانوادوں کے خلیفہ ہونیکا خاص شرف حاصل تھا۔

مخدوم کسی کو اپنا مرید نہیں کرتے تھے[۱] کیونکہ آپ کے نزدیک عرفی و رسمی مریدی پر شرعی رسم مواخات کو ہر طرح ترجیح تھی۔ یہ طریقۂ مواخات رسول اللہ صلعم نے بروقت نزول مدینۂ منورہ جاری فرمایا تھا اور مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا بھائی ٹھہرایا تھا۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی نسبت جو اجرا مواخات کے وقت موجود نہ تھے آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ وہ میرا بھائی ہے۔

جب کوئی شخص مخدوم جہانیاںؒ کے پاس مرید ہونے کے قصد سے آتا تو آپ فرماتے کہ میں کسی کو مرید کرنا پسند نہیں کرتا۔ البتہ عہد اُخوت کو تازہ اور مستحکم کرنے کے لئے تیار ہوں۔

جب آپ کسی کو سند خلافت عطا کرتے تو یہ لکھتے[۲]

اَوْصَیْنَا هٰذَا الْاَخِ بِالْاِتِّبَاعِ الدَّائِمِ الْمُسْتَقِیْمِ بِشَرِیْعَتِهٖ نَبِیِّنَا صلعم وَالْاِنْقِیَادِ لِاَحْكَامِهَا وَاَنْ لَّا یَتَرَدَّدُ اِلٰی اَرْبَابِ الدُّنْیَا وَاَصْحَابِهَا وَاَنْ لَّا یَحْضُرَ فِیْ مَجَالِسِهِمْ اَبَدًا

[۱] تقصار جیود الاحرار صفحہ ۱۵۲ [۲] تقصار جیود الاحرار صفحہ ۱۵۲۔

وَاِنْ یَتَوَجَّہ اِلَی اللہِ بِالْکُلِّیَّۃِ فَاِنْ کَانَ ھٰکَذَا فَیَکُوْنُ اَلْعَزِیْزَۃُ نَائِبَۃٌ عَنْ یَدِنَا وَھُوَ مِنْ بَیْنِ النَّاسِ خَلِیْفَتُنَا فَرَحِمَ اللہُ مَنْ اَکْرَمَہٗ وَاَھَانَ مَنْ اَھَانَہٗ وَھُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْھَادِیْ وَالْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔

"یعنی مین اپنے بھائی کو وصیت کرتا ہون کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم کی شریعت بیضا پر نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور احکام شریعت کو اپنا دستور العمل بنائے اور ارباب دنیا اور اُن کے ہمصحبتون سے دور رہے اور اُنکی مجالس مین کبھی قدم نہ رکھے اور کلیتہً سب طرف سے مُنھ پھیر کر خدا ہی کی طرف رجوع کرے جب اس رنگ مین وہ اپنے کو رنگ لے تو بلا شبہہ اُسکا دست مبارک میرے ہاتھ کا قائم مقام ہے اور وہ مخلوق خدا کے سامنے میرا جانشین ہے جو شخص اُس کا احترام واکرام کرے خدا اُس پر رحم کرے۔ اور جو شخص ایسے شخص کی اہانت کرے خدا اُس کو ذلیل کرے۔ خدا ہی توفیق بخشنے والا راہ راست دکھانے والا اور مددگار ہے۔ اور اُسی پر کامل بھروسہ ہے"

سلطان محمد تغلق نے شیخ الاسلام کا جلیل القدر منصب آپکو عطا فرمایا تھا۔ اور سیوستان کی خانقاہ محمدی کی اور اُسکے مضافات کی سند آپ کو مرحمت کی تھی۔

فیروز شاہ کے عہد سلطنت مین آپ چند مرتبہ دارالخلافت دہلی مین تشریف لائے اور ہر مرتبہ سلطان کی جانب سے مراسم اعتقاد واخلاص حسب قاعدۂ معینہ ادا کیے گئے۔

آپ نے عید الاضحی کے روز بعد نماز ۷۸۵ھ مین وفات پائی۔ آپ کے تین بیٹے تھے۔

سید ناصر الدین محمود بہ دختر سید محمد غوث کے بطن سے تھے۔ ان کی اولاد سندھ وہندمین

آباد ہے۔ سید عبد اللہ یہ دختر سادات دہلی کے بطن سے تھے۔ سید محمد اکبر یہ شہنشاہ بیگم سلطان ترکی کے بطن سے تھے۔ انکی اولاد قسطنطنیہ مین آباد ہے۔

سید ناصر الدین محمود کا حال

افسوس ہے کہ انکے واقعات زندگی کا ہمکو صرف اسی قدر علم ہو سکا کہ انکی تین بیویان تھین اُن سے اٹھارہ بیٹے اور تین بیٹیان پیدا ہوئین۔ پانچ صاحبزادے قطب کے لقب سے مشہور ہوئے۔ سید حامد کبیر سید علم الدین سید شہاب الدین سید اسمٰعیل سید فضل اللہ باقی جو اولاد رہی اُس کے نام یہ ہین سید برہان الدین انکی اولاد گجرات مین آباد ہے شیخ الاسلام سید علاء الدین عرف بندگی (انکا مزار قنوج مین محلۂ راجگیر کے اندر واقع ہے) اِن کی مان سعادت خاتون سادات دہلی مین سے تھین۔ سید شرف الدین انکی اولاد نواح اُچھ مین آباد ہے۔ سید نظام الدین یہ لاولد تھے انکی مان ایک بقال کی دختر تھین پادشاہ دہلی نے ان کو چند کنیزین بھی اپنے قصر شاہی سے عنایت کی تھین اُن سے جوان کے اولاد ہوئی۔ یہ نسل سادات کو تنکی نام سے مشہور ہے۔

سید ناصر الدین محمود کی دو صاحبزادیان تھین تاج الملک سعادت خاتون یہ دونون تنکنی خاتون دختر سلطان حسین لنگاہ کے بطن سے تھین اور سید معز الدین بن سید علاء الدین رسول دار سے بیاہی گئین۔

سید حامد کبیر کا حال

یہ سید ناصر الدین محمود کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوے انکے ایک بیٹی اور دو بیٹے تھے

مریم بیگم اور سید بہاء الدین انھوں نے لاولد انتقال کیا صرف سید رکن الدین باقی رہے۔

سید رکن الدین ابو الفتح کا حال

یہ اپنے باپ کی وفات کے بعد مسند آرائے ہدایت و ارشاد ہوئے انکے چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ سید جلال ثالث سید محمود سید ابو القاسم ان کی ماں سمنی خاتون پادشاہ ٹھٹھہ کی دختر نیک اختر تھین سید محمد یہ کیمیاء نظر کے لقب سے مشہور تھے انکی والدہ مراد خاتون ملک داؤد خان بن میر علی لنگاہ کی بیٹی تھین بوبوجیو یہ میمونہ بیگم کے بطن سے تھیں جو سادات دہلی کے خاندان سے تھین تاج الملک یہ سید دولت بن سید شمس الدین بن سید محمد غوث کی بیٹی بیوی دولی کے بطن سے تھین تیسری بیٹی بنت خاتون تھین۔

سید جلال ثالث کا حال

یہ بعد وفات پدر قصبہ اُچہ ضلع ملتان کی سکونت ترک کرکے دہلی چلے آئے۔

اس نقل مکان کی وجہ کچھ تو اخوان کی باہمی مخالفت اور زیادہ تر بہلول شاہ لودھی بادشاہ دہلی کی حسن ارادت تھی وہ آپ کے خاص مریدون مین تھا۔ آپ کو ملتان سے اپنے ہمراہ دہلی لایا اور مزید عظمت و احترام کی نظر سے سرکار قنوج کی سند جاگیر آپ کو عطا فرمائی۔ اُس وقت سے اُنکی موجودہ اور آئندہ نسل کا مستقر قنوج[1] رہا۔

---

[1] قریبا تین سو سال تک قنوج انکی اولاد و احفاد کا وطن رہا ۱۲۔

انکے چار بیٹے تھے۔ سید علی سید راجو سید شعیب سید جعفر۔

سید راجو کا حال

سید راجو بعد وفات پدر سجّادہ نشین ہوئے انکے گیارہ بیٹے تھے سید جلال رابع سید تاج الدین سید علاؤالدین سید تھبن سید کھوان سید احمد سید برہان سید محمد سید علی سید درویش سید باقی۔

سید جلال رابع کا حال

ان کو بعد وفات پدر سجادہ نشینی کا منصب حاصل ہوا۔ اور تبرکات مخدوم جہانیاں جہان گشت کے وارث بالاستحقاق قرار پائے۔ لیکن ان کے بھائی سید علاؤالدین کو یہ امر ناگوار گذرا آخر کار وہ تبرکات مخدوم پر قبضہ کرکے منصب سجّادہ نشینی پر فائز ہوگئے سید جلال رابع نے اپنی بلند ہمتی اور آزاد منشی سے اس آثار پرستی کو دور سے سلام کرکے عزلت نشینی اور حق پرستی اختیار کی۔

پہلے یہ قنوج کے محلہ شیخانہ مین رہتے تھے۔ پھر وہان سے اٹھکر محلہ شیخپورہ مین چلے آئے۔

انکے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھین سید تاج الدین سید مبارک سید کمال الدین سید جمال الدین۔ فاطمہ جنید رکھو۔

سید تاج الدین کا حال

انکے صرف چار بیٹے تھے۔ سید کبیرؒ سید فیض اللہؒ سید راجوؒ سید حامدؒ۔

سید کبیر کا حال

انکے بھی چار بیٹے تھے۔ سید علیؒ اصغر عرف اچھےؒ سید اسمٰعیلؒ سید علی اکبرؒ سید عبداللہؒ

سید علی اصغر کا حال

انکی ولادت ایسے زمانہ مین ہوئی جبکہ مسلمانون کے سطوت واقبال کے آفتاب کو گہن لگنا شروع ہوگیا تھا دُنیاے اسلام اور سلطنت ہندوستان اُن پُرآشوب ایام مین ایک زلزلہ انگیز انقلابِ نکبت کے خطرناک دورسے گذر رہی تھی۔ مسلمانون کی دینی وملی اجتماعی وتمدنی اور معاشرتی اعمال حیات مین ایک عام جزر ومد برپا تھا۔ نظامات سلطنت اور عزل ونصب ارکانِ حکومت کی جلد جلد تغیرات نے "کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ" کے چہرہ سے نقاب اُلٹ دی تھی عقائد صحیحہ واعمال صالحہ کی کسادبازاری اور جنس علم وعمل کی کمیابی اور تلون طبائع نے "ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ" کا اعلان عام بلند آہنگی کے ساتھ مشتہر کردیا تھا۔ دارالخلافہ دہلی کے فرامین شاہی طوائف الملوکی کے توقیعات کی شکل مین پارہ پارہ ہوکر قوم وملک کی آیندہ قسمت کی پیشین گوئی کررہے تھے قصہ مختصر خصائص قومی اور

اتحاد جامع اسلامیہ کے اجزا کا شیرازہ درہم برہم ہو چکا تھا ؎

اینک آن دفتر اقبال پراگندہ ببین   اینک آن نسخۂ اسلام مجزا بنگر

سرکار قنوج کا تعلق کلیتہً پایۂ تخت خلافت سے منقطع ہو کر دار الحکومت اودھ کے قبضہ و تصرف میں منتقل ہو گیا تھا۔

چونکہ نوابان اودھ کا سرکاری مذہب امامیہ تھا اور بحکم "اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ" اُسکا اثر عام رعایا پر حسب استعداد کچھ نہ کچھ پڑنا ناگزیر تھا۔ سادات بخاری بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہ رہے اور نہ رہ سکتے تھے۔ غالباً اسی قسم کے وجوہ سے سید علی اصغر کے مذہبی خیالات میں ایک عام انقلاب واقع ہوا ہوگا۔ بہرحال ان کے زمانہ سے لیکر نواب سید اولاد علی خان انور جنگ بہادر کے زمانہ تک یعنی پانچ پشتوں تک اس خاندان کا مذہب امامیہ رہا۔

سید علی اصغر کی اولاد میں بھی چار ہی بیٹے تھے۔ سید سلطان سید کرم علی سید محمد علی سید لطف علی۔

سید لطف علی کا حال

سید لطف علی کے صلب سے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ سید عزیز اللہ سید غلام علی سید بھکاری۔

سید عزیز اللہ کا حال

سید عزیز اللہ سلطنت کی بربادی اور مسلمانوں کی پریشان حالی اور تباہی سے

بغیر متاثر ہوئے کیونکر رہ سکتے تھے آخر کار قنوج کی سکونت ترک کرکے اور تعلقات خاندانی پر نظر کرکے حیدرآباد دکن چلے گئے یہ امیر کبیر نواب ابو الفتح خان شمس الامراء بہادر غفران مآب سر آمد امراء دولت آصفیہ کے عمزاد بھائی تھے ان کا انتقال ۱۲۹۰ھ مین ہوا خان کے خطاب سے سرفراز تھے۔

سید عزیز اللہ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی سید لطف اللہ خان سید ہدایت علی خان اولیا بیگم۔ یہ بیگم سید جعفر احمد پوری کی دختر نیک اختر کے بطن سے تھین۔ ان کا عقد سید برکت اللہ بن سید کمال بن سید بہار بخاری کے ساتھ ہوا۔ سید ہدایت علی خان کی ماں خواتین حیدرآباد دکن سے تھین۔ سرکار نظام کی جانب سے ان کو دلیر جنگ بہادر کا خطاب عطا ہوا تھا۔

سید لطف اللہ خان کا حال

یہ اپنے بھائی کے ساتھ حیدرآباد دکن ہی مین رہے اور وہین مدفون ہوئے انکی اولاد مین صرف ایک بیٹا تھا اور ایک بیٹی سید اولاد علی خان۔ اور بشارت خاتون۔ یہ بیگم بیوی فرخ بنت سید یار علی بھوری کے بطن سے تھین انکا نکاح سید شیر علی بن سید کرم علی بن سید علی اصغر کے ساتھ ہوا تھا۔

سید اولاد علی خان انور جنگ بہادر کا حال

یہ امیر کبیر نواب ابو الفتح خان شمس الامراء بہادر کی سرکار مین تھے۔ جنکو نواب

نظام علی خان بہادر کی خویشی کا شرف حاصل تھا بسبب قرابت کے اقتدار تام رکھتے تھے
یہ ہی نواب والا جاہ کے دادا ہین -

نواب شمس الامرا بہادر کا اصلی وطن شکوہ آباد تھا - یہ ابوالخیر خان تیغ جنگ اول کے بیٹے تھے - جب نواب شمس الامرا بہادر کا عقد نواب نظام علی خان کی خواہر کے ساتھ ہوا تو امجد الملک کی وساطت سے تنخواہ کے عوض مین باون لاکھ روپیہ کی جاگیر اُنکو عطا ہوئی - بہوجی صاحبہ جو نواب ممدوح کی پہلی بیگم تھین اور اُنکے اقارب وطن مین سے تھین سید اولاد علی خان اُنکے رشتہ دار تھے - اُن کا عقد بہوجی صاحبہ کے خاندان مین ہوا تھا -

اعلیٰ حضرت نظام الملک فرمانروائے حیدرآباد دکن نے بہوجی صاحبہ کی عزیزداری کی وجہ سے نواب شمس الامرا بہادر کی سفارش پر سید اولاد علی خان کو نواب انور جنگ بہادر کا خطاب مرحمت فرمایا تھا - اور قلعداری گولکنڈہ کے اعلیٰ منصب سے انکو سرفرازی بخشی تھی - پانچ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کی جاگیر اُنکے خالصہ مین تھی - موضع من بہیلی منسلک کھیڑا اور قلعہ گھن پورہ وغیرہ مواضعات اُن کی جاگیر مین شامل تھے ایکہزار سوار و پیادہ کی جمعیت اُنکے زیرنگین تھی -

۱۶ - رجب ۱۳۰۲ھ مطابق ۲ - مئی ۱۸۸۵ء مین جبکہ نواب شمس الامرا خورشید جاہ بہادر امیر کبیر دکن اپنے دوران سیاحت ہندوستان مین ورود فرمائے ریاست بھوپال ہوئے

تخت حکومت بھوپال پر جلوہ افروز تھین۔ اور نواب والاجاہ انکے ہمدم وہمراز اور مشیر خاص ہونیکی وجہ سے نظام حکومت کے جزو کل پر حاوی اور متصرف تھے۔ اُن کے ورود مسعود کی خبر سُنتے ہی ہر ہائنس اور نواب والاجاہ نے فوجی تزک و احتشام اور جاہ وجلال کے ساتھ اُنکا خیر مقدم کیا۔ جہانگیر آباد کی کوٹھی مین فروکش کیے گئے۔

دو روز اُنھون نے ریاست بھوپال مین قیام فرمایا۔ اس قلیل مدت مین ہر ہائنس سے دو بار اور نواب والاجاہ سے چار بار اُنکو اتفاق ملاقات ہوا۔

اول مرتبہ نواب شمس الامرا بہادر کوٹھی جہانگیر آباد سے شوکت محل پر رونق افروز ہوئے۔ ریاست کی جانب سے گارڈ آف آنرز دو رویہ صف بستہ سلامی کو موجود تھا جب نواب ممدوح کی سواری کا جلوس نمودار ہوا۔ فوج رجمنٹ کے ساتھ باقاعدہ سلامی ادا کی جسوقت نواب ممدوح کی سواری شوکت محل پر پہونچی اخوان ریاست نے زینہ تک اور نواب والاجاہ نے دربار کے لب فرش تک اپنے محترم مہمان کا استقبال کیا اور ہر ہائنس نے اہلاً وسہلاً یعنی خوش آمدید کہا۔ دونون جانب سے مراسم اتحاد واخلاص عمل مین آئے کچھ دیر تک مجلس گرم رہی بعد ازان نواب ممدوح نے جہانگیر آباد کی کوٹھی کی طرف مراجعت فرمائی اور دربار برخاست ہوا۔

دوسرے روز ہر ہائنس بیگم صاحبہ عالیہ ملاقات بازدید کی غرض سے جہانگیر آباد کی کوٹھی پر رونق افروز ہوئین اور اپنے معزز ومحترم مہمان سے ملکر شوکت محل مین واپس تشریف لائین اسی شب کو نواب شمس الامرا بہادر کے آنرمین ہر ہائنس کی جانب سے

نہایت شان و شوکت کے ساتھ تاج محل پر جو اُس وقت نو تعمیر تھا ایک پُر تکلف عالیشان ضیافت دی گئی جسمین والا جاہ بہادر اور تمام معزز اخوان و ارکان ریاست شریک تھے۔

بعد ازان جب نواب ممدوح کی مراجعت حیدر آباد کا دن آیا۔ تو نواب والا جاہ بہادر ہر ہائنس کے ہمرکاب اپنے محترم عزیز مہمان کے رخصت کرنے کو جہانگیر آباد کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ مین بھی ہمراہ تھا والا جاہ نے دلی تاسف کے ساتھ نواب ممدوح کو بغلگیر ہو کر خدا حافظ کہا۔

نواب شمس الامرا بہادر نے اثنا سفر مین ہوشنگ آباد سے ایک پرائیوٹ محبت نامہ مرقومہ ۱۵۔ مئی ۱۸۸۳ء مطابق ۲۰۔ رجب ۱۳۰۰ ہجری ادائے شکریہ مہمان نوازی کے متعلق نواب والا جاہ بہادر کو روانہ کیا۔ اُس مین خاص طور پر نواب والا جاہ کے ساتھ اپنی قرابت قدیمہ کا تذکرہ تجدیداً دوہرایا اور جو مراسم عزیز داری بُعد مقام اور امتداد زمانہ کے سبب سے معرض التوا مین پڑ گئے تھے اُن کو از سر نو تازہ اور مستحکم کیا۔ اور اس تجدید تعلق کو اپنے لیے نہایت مسرت کا باعث تصور کیا۔ مین اُس محبت نامہ کو بجنسہ اُنھین کے الفاظ مین نقل کرتا ہون۔

"میرے مہربان نواب صاحب! دربارۂ مہمان نوازی اور عنایت جو میرے ساتھ بھوپال مین ہوئی۔ مین بہت بہت شکر گذار ہون۔ راستہ بجوج پور وغیرہ کا بندوبست نہایت عمدہ طور سے ہوا۔ ان تمام باتون کی بابت مین تہ دل سے آپکا شکریہ ادا کرتا ہون مجکو ہمارا اور آپ کا حیدر آباد کا قدیم میل یاد آتا ہے۔ جس قابلیت و خوبی نے انتظام

ریاست برہنمائی آپ کے ہو رہا ہے اُسنے آپکے بزرگون کے نام کو جنکے معزز القاب شل سپہر
حیدر آباد مین تھے زیادہ تر روشن کر دیا۔ اور مین اس بات سے بہت خوش ہوا۔
زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ منتظم اس ریاست کے وہ صاحب ہین جسکو حسب مرقومہ
حیدر آباد سے نسبت ہے فقط"

نواب انور جنگ بہادر کا محل نواب شمس الامرا بہادر مرحوم کی محل سرائے سے
متصل اور مغل خان کوتوال کی مسجد سے ملحق تھا۔ اُنکی وفات کے بعد مدت تک وہ محل
فیل خانہ رہا۔ بعد مین منہدم ہو کر باغ اور جلو خانہ نواب رشید الدین خان مرحوم مین
شامل ہو گیا۔

نواب انور جنگ بہادر کی وفات تقریباً نواب میر اکبر علی خان بہادر سکندر جاہ کے
عہد مین ۱۲۳۰ ہجری مین ہوئی۔ حیدر آباد مین اُنھون نے لاولد انتقال کیا۔ اور دائرۂ
میر مومن اولیا مین مدفون ہوے البتہ اپنے اصلی وطن یعنی قنوج مین اُنھون نے اپنے عقب
مین ایک پسر اور ایک دختر چھوڑی۔ مولانا اولاد حسن بخاری اور بیوی منون ان بیوی کا نکاح
سید پناہ علی بن سید امام بخش بن سید ابو زید علی کے ساتھ ہوا اور اُنکے بطن سے دو لڑکیان
اور ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام سید حسین علی تھا۔
یہ دونون لڑکیان سادات موہان اور علی پور چورہ کے ساتھ (جو شہر کالپی کے
متصل ہے) بیاہی گئین۔
مولانا اولاد حسن بخاری کی نسبت سید پیر علی بن سید قطب الدین بخاری کی

صاحبزادی سے قرار پائی تھی مگر اُنھون نے بسبب تخالف مذہبی یعنی شیعی ہونے کے منظور نہین کی۔ اِن دونون بھائی بہنون کی ماں کا نام بیوی وزیرن تھا۔ یہ سید الطاف علی عرف بیچے میان بھکری صفی پوری کی بیٹی تھین۔

بعد وفات نواب انور جنگ بہادر مرحوم حیدر آباد سے مولانا اولاد حسن کو اطلاع دی گئی اور بحیثیت وارث اصلی وہ طلب کیے گئے مگر تخالف مذہب اور غلبۂ زہد و اتقا کی وجہ سے اُنھون نے حیدر آباد جانا گوارا نہین کیا۔

اسکی وجہ بظاہر یہ تھی کہ چونکہ علامہ ممدوح نے بچپن سے آزاد آب و ہوا مین پرورش و تعلیم پائی تھی۔ مشاہیر ہندوستان اور اکابر علماء سنت کے فیض صحبت سے اُن کو اپنے آبائی مذہب شیعۂ امامیہ اور مذہب اہلسنت دونون کے اُصول و فروع پر کافی اطلاع ہو چکی تھی۔ اور دونون کا علمی تجربہ پہلے سے حاصل تھا۔ پس اُن کی فطرت سلیمہ اور طبیعت صافی نے کسی طرح آبائی مذہب کو گوارا نہین کیا۔ اور طریقۂ سلف صالحین کی اتباع کو ترجیح دی۔

اس کے علاوہ وہ سلطنت اسلامیۂ ہندوستان کے مختلف حالات کا (جو اس زمانہ مین گوناگون اور پرظلمون انقلابون کا مرکز بنی ہوئی تھی) بچشم عبرت ملاحظہ کر چکے تھے اور روز افزون شرک و بدعت و فسق و فجور نے جس طرح عام و خاص باشندگان ہندوستان کے معتقدات و خیالات کو مجمع اوہام و اباطیل بنا رکھا تھا وہ اسکا بخوبی مطالعہ کر چکے تھے۔ اِن واقعات نامرضیہ نے اُنکی طبیعت مین ایثار نفس حفظ حرمت اسلام اور اعلاء کلمۃ اسد کے ذوق ناپیدا کنار کا ایک ایسا جذبۂ روحانی پیدا کر دیا تھا جس نے ذاتی ترقیع اکتساب مال و دولت۔ اور

حصول منصب و عزت کے تمام تخیلات ان کے صفحۂ خاطر سے یک قلم محو کر دیے تھے۔ اسی لیئے انھون نے ترکۂ پدری سے دست بردار ہو کر مسند امامت پر بوریا نشینی اور خاک نشینی کو ترجیح دی ؎

مرا بر مسند جم می نشانند — اگی بر سر آن کو نشینم

چنانچہ میر عظیم الدین حیدر آبادی اپنے خط مورخہ ۱۴ - محرم ۱۳۱۲ھ مین (جو انھون نے میر اسد علی صاحب معتمد نواب خورشید جاہ بہادر کے استفسار کے جواب مین لکھا تھا اور میر اسد علی صاحب نے وہ خط آلا نبیاہ مرحوم کے پاس بھیجدیا تھا) ایک موقع پر تحریر کرتے ہین۔

"انتقال نواب صاحب موصوف در عہد سکندر جاہ شدہ بندہ دران وقت نوجوان بود ہفتدہ و ہیجدہ سال عمر داشت با والد بندہ و قبلہ گاہ آن جناب کہ ہمہ غمخوار یک دیگر کا لم دوستدار بودند۔ بعد انتقال نواب انور جنگ بہادر خانہ و جملہ سامان شان ضبط شد دریں جا لا ولد مردند مگر در وطن اصلی خود کہ شہر قنوج است از برادرے خود اہل و عیال داشتند لیکن کسے از آن جا دریں جا نیامد در مکان نواب انور جنگ بہادر بایک مدت فیل خانہ ماند سپس منہدم گردیدہ در باغ و جلوخانہ رشید الدین خان مغفور شامل گشت در یافت حال مواضع جاگیر انور جنگ بہادر از دفتر کہنہ آمیر کبیر ممکن است این دفتر در علاقہ نواب بشیر الدولہ بہادر است از آن جا این حال بالتفصیل دریافت باید فرمود"

مولانا اولاد حسن مرحوم کا حال

سید علامہ کی ولادت باسعادت سنہ ۱۲۰۰ھ (۱۷۸۶ء) میں قنوج مین ہوئی۔ فیاض ازل نے جسطرح انکو حسن وجمال صوری اور شمائل زیبا سے متحلی کیا تھا اُسی طرح متانت عقل و رزانت رائے فصاحت بیان جسارت قلب و دماغ سے بھی مُزیّن کیا تھا۔

باوجود اس کے کہ اُن کو بچپن سے باپ کے سایہ عاطفت مین رہنا نصیب نہین ہوا اور سن تمیز تک بیگانہ وار زندگی بسر کرنا پڑی۔ خاندان مین کوئی ایسا بزرگ بھی موجود نہ تھا جو اُنکی نگہداشت اور تعلیم وتربیت کا فرض ادا کرتا باایہمہ چونکہ قدرت نے اُنکو ایک خاص ملکہ صلاحیت واستعداد ودیعت کیا تھا اس لیے خود بخود محض اپنے ذوق طبعی اور شوق فطری سے دانشمندان کی رہنمائی مین اکتساب علم کی طرف اُن کی عنان توجہ معطوف ہوئی۔

اولاً فنون لغت فارسیہ کی تحصیل اپنے وطن اور نواح وطن کے اساتذہ سے کی اُس وقت تک تمام دفترون اور عدالتون مین بالعموم فارسی زبان رائج تھی اور مُلکی وشاہی زبان ہونے کا تاج اُس کے سر پہ تھا۔ کسی قدر اس مین قدرت کلام حاصل ہوگئی تو پھر بقیۃ السلف خیر الخلف شیخ عبد الباسط قنوجی قدس سرہ کے حلقہ درس مین داخل ہوکر (جو بلدۂ مذکور کے نامور فضلا اور مشائخ مین شمار کیئے جاتے تھے) اوائل کتب شرعیہ کو پڑھا

دلہ در من قال ؎

ہر کہ خود تربیت خود نکند حیوان است　　آدم آن است کہ اورا پدر و مادر نیست

مولوی نعیم الدین صاحب مرحوم اور مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لہوری انکے ہمدرس تھے

جب علامہ مغفور سن رشد کو پہونچے اور انھوں نے آنکھ کھول کر اس خاکدان ہستی پر نظر ڈالی تو ان کو دنیا کا رنگ بدلا ہوا نظر آیا۔ ضعف اسلام و زوال سلطنت اسلامیہ کی ہر طرف نوحہ خوانی ہو رہی تھی آفتاب اقبال اُفق عروج سے ڈھل کر لب بام آپہونچا تھا۔ اور اُسکا رنگ زرد پڑ گیا تھا غسق لیل کے آثار بشدت نمایاں ہو رہے تھے۔ وہ زبردست اور طاقتور دست و بازو جو حرمت ملت بیضا کی حفاظت کے ضامن تھے اور ان کی آن میں بڑے بڑے جبال شامخۂ طغیان و ضلالت کے پرخچے اُڑا دیا کرتے تھے خستہ اور شل ہو چکے تھے جذبات روحانی اوامر و نواہی کتاب سنت اور شعائر اسلامی کے زر و جواہر کی آب و تاب میں فرق آچلا تھا۔ زخارف دنیا کی جنس ناروا اور شہوات و امیال نفسانی کی نقد ناسرہ کی ہر طرف مانگ ہو رہی تھی۔ یہ بھی پولیٹیکل اکانمی کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ جس شئے کی ڈمانڈ ہوتی ہے اُسی کی سپلائی کی جاتی ہے۔ مساجد مسلمانوں کے دلوں کی طرح تذکیر و یاد الٰہی اور نمازیوں کے ہجوم سے خالی ہوتی جاتی تھیں بجائے انکے خرابات اور میکدوں کی چہل پہل اور آبادی میں اضافہ ہو رہا تھا اور پیہم یہ صدائے مستانہ چلی آتی تھی۔ ؎

از فرنگ آمدہ در شہر فراوان شدہ است　　بادہ را دین عوض آرید کہ ارزان شدہ است

ان حالات نے انکی فطرت سلیمہ پر پیتر و نشتر اور تیغ و خنجر کا کام دیا اور انکے نقش دل کر دیا

کہ بغیر ایثار و قربانی اور احیاء کتاب و سنت اور اماتت فسوق و بدعات مسلمانوں کی بقا اور اصلاح
دشوار اور سخت دشوار ہے ؎

بقدر وسعت مشرب بہر کس جرعہ دادند | تو در پیمانہ میداری و من خون در جگر دارم

ان خیالات کا دل میں گزرنا تھا کہ انھوں نے مصمم ہتیہ کر لیا کہ میں اپنی ذات کو
نشر علوم شرعیہ اور احیاء ملت کیلئے وقف کر دوں ۔

اس غرض کی تکمیل اور علوم شرعیہ کی تحصیل کے لیے وہ بعض مشرقی ممالک کیطرف
عازم سفر ہوئے ؎

سرمہ از فیض سفر مایۂ بینش گردد | صیقل تیرگی بخت جلائے وطن است

قنوج سے روانہ ہو کر لکھنؤ پہونچے اور جناب مولوی محمد نور صاحب مرحوم اور
جناب مرزا حسن علی صاحب محدثؒ کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے جو طبقۂ اہل علم و فضل
میں اُس وقت سر آمد روزگار تھے ۔ کچھ زمانہ تک اُن سے اکتساب علم کرتے رہے ۔ اسی اثنا میں
علوم کتاب و سنت کا ذوق طبعی غالب آیا اور ۱۲۳۳ھ ہجری میں لکھنؤ سے روانہ ہو کر دار الخلافت
دہلی میں پہونچے مولانا شاہ رفیع الدین صاحب بن مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدثؒ
دہلوی سے کتب حدیث و فقہ و تفسیر کو ترتیب متداولہ کے ساتھ پڑھا اور مولانا شاہ عبد العزیز
صاحبؒ سے تبرکاً بعض کتب حدیث و وظائف و ادعیۂ ماثورہ کی سند لی اور مولانا شاہ عبد القادر
صاحبؒ مؤلف موضح القرآن سے بارہا انکو اتفاق صحبت ہوا یہی فیض صحبت و تعلیم
علامۂ مغفور کے لئے مذہب شیعۂ امامیہ کے ترک کرنے کا باعث اور مذہب اہلسنت کے

اختیار کرنے کا سبب ہوا۔ باوجود عنفوان شباب جس وقت اُن کو مذہب اہل سنت کے اعتدال وصداقت اور مذہب تشیع کے غلو اور شناعت پر کافی اطلاع ہوئی تو اُنھون نے بلالحاظ اعزہ واقارب اور بغیر کسی پس وپیش کے مذہب اہلسنت اختیار کرلیا اور تمام اہل خاندان سے جو ارباب تشیع مین سے تھے اپنے تعلقات منقطع کرلیے اور مراسم شادی وغمی کو یک قلم اُٹھا دیا۔ اُنکا عمل اس آیت پر تھا:-

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ ترجمہ اے محمد جو لوگ اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہین
الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُن کو تم نہ دیکھو گے کہ خدا اور اس کے رسول کے مخالفون
وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ کے ساتھ دوستی پیدا کرین گو وہ اُن کے باپ یا اُنکے
اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ بھائی یا اُنکے کنبے ہی کے کیون نہ ہون

اس وقت سے آخر زندگی تک فراغ خاطر کے ساتھ وہ نشر علوم اور خدمت قوم وملت مین لگے رہے۔ اُنھون نے طلب علم کے زمانہ مین اساتذہ کی مؤلفات کثیرہ کو اپنے قلم سے نقل کیا۔ سرعت تحریر وکتابت مین اُن کو ایک خاص سلیقہ تھا۔ بہت سی کتابین اور ضخیم مجلدات اُنکے قلم خاص کی لکھی ہوئی اب بھی موجود ہین جو اُن کی باقیات صالحات مین معدود اور اُنکی صدق نیت اور خلوص وللہیت کی شاہد مشہود ہین۔ خط اُن کا اگرچہ باریک تھا مگر اسقدر صاف اور واضح ہوتا تھا کہ ایک ضعیف البصر آدمی بھی اُن کے خط دقیق کو خطوط جلی سے بھی زیادہ سہولت کے ساتھ پڑھ سکتا تھا۔ اُن کے قلم کے لکھے ہوے ایک جزو کو دوسرے لوگ تین جزو مین مشکل لکھ سکتے تھے۔ یہ صفت آجتک کم وبیش اس خاندان مین موجود ہے۔

بعد فراغت تحصیل علم سید علامہ کو جب حضرت مجدد مائۃ الف ثالث مولانا سید احمد صاحب بریلوی رح کے حالات پر کافی عبور ہوا تو بیتابانہ اُنکی خدمت اقدس مین حاضر ہوکر ہر طرح کے ایثار و قربانی اور خدمت قوم و ملت کے لیے اپنے کو پیش کیا اور اُنکے دست شریعت و طریقت پناہ پر سُنت سَنیہ مصطفویہ کے مطابق بیعت کی۔ اور جس وقت جناب مولانا موصوف کو سکھون کی تنبیہ کے لئے بطور غزاصوبہ مغربی و شمالی کی جانب سفر پیش آیا تو سید علامہ اُنکے ہمرکاب سعادت انتساب رہے اور مجاہدہ فی سبیل اللہ کو غایت اقصیٰ تک پہونچا کر بعد حصول اجازت و سند خلافت اُنھون نے اپنے وطن مالوفہ کی طرف مراجعت کی۔

پھر اُس وقت سے کامل بیس برس تک یعنی اپنی آخر حیات تک مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہوکر وہ تبلیغ اسلام اور قوم کی اصلاح حال و مآل مین سرگرم اور ثابت قدم رہے مولوی اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی رح مولوی عبدالحی صاحب مرحوم اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم مقیم ٹونک اُنکے زمرۂ احباب خاص مین سے تھے۔

حضرت مولانائے ممدوح براہ محبت و شفقت سید علامہ کو سید برادر کے لفظ سے ہمیشہ مخاطب کیا کرتے تھے۔ مین اس مقام پر حضرت مولانائے ممدوح کے خط مورخہ پندرہ ماہ ذالحجہ ۱۲۴۲ہجری کا اقتباس جو سید علامہ کے خط کے جواب مین مقام پنجتار یوسف زئی سے روانہ کیا تھا نقل کرتا ہون۔ اس خط سے اِن دونون بزرگون کے محاسن ذاتی و صفاتی اور باہمی اختصاص پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مولانائے ممدوح تحریر فرماتے ہین:۔

"از امیر المومنین سید احمد سلمہ بمطالعہ سیادت مآب نقابت انتساب سید اولاد حسن صاحب

سلمہ اللہ تعالے! بعد از سلام مسنون اجابت مقرون واضح آنکہ رقیمہ محبت ضمیمہ رسید کاشف حالات مندرجہ اش گردید انچہ از مصروفیت خود در تبلیغ احکام رب العالمین ترقیم قلم اخلاص رقم نمودہ بودند ازین جہت فرحت بسیار گردید جزاکم اللہ خیر الجزاء ہر یکے از مومنین مخلصین خصوصاً علماء اعلام و مشائخ ذوالاحترام لازم است کہ احکام حضرت جوادر را بر بندگان وے شائع و ذائع گردانند و بہ راہ مستقیم و موجب حصول رضامندی رب کریم مستعد و مضبوط گردانند و اینجانب از دعوت اہل سوات و نبیر وغیرہ اضلاع این طرف فارغ شدہ برائے پیش نمودن مقدمہ ازالہ کفر و فساد کوچ نمودہ تا بہ پنجتار رسیدہ است انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ابواب نصرت فتح مفتوح خواہد شد خاطر جمع فرمایند والسلام"

چونکہ سید علامہ ہمیشہ جہال متعبدین فقہائے متقشفین محدثین ظاہریہ غلاۃ ارباب عقول سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور سلف صالحین کی اقتدا اور اتباع مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا اسی لیئے جیساکہ مولانائے ممدوح کے خط کے مضمون سے بھی ظاہر ہے خدائے عز وجل نے سید علامہ کی ہدایت و ارشاد مین ایسی نمایان دلکش تاثیر عطا فرمائی تھی کہ دس ہزار آدمیون سے زیادہ قنوج اور اطراف قنوج کے لوگ انکے مرید ہو کر جادہ مستقیم اسلام پر قائم ہوئے انمین اہل حرفہ بہت تھے باقی سید مغل پٹھان تھے اور اسی طرح کئی ہزار ہنود انکے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے" ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ محض انکی حمیت اسلامی اور دینی جد وجہد کی وجہ سے مختلف مقامات مین بہت سے مساجد ومدارس کی بنیاد پڑی کلکتہ سے لاہور تک اور شمال سے دکن تک اکثر علما و امرا مین

وہ خاص عظمت و تقدس کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے یہ ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس طرح اس خاندان کے آبا اور اجداد شجرۂ نسب کے اعتبار سے جلال الدین بخاری رح سے منسوب ہین اسی طرح علم ظاہری کے اعتبار سے بھی انکا سلسلۂ علمی امام محمد بن اسمعیل بخاری رض تک منتہی ہوتا ہے اور طریقۂ باطنی کے لحاظ سے سلسلۂ طریقت بھی خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاری رح پر ختم ہوا ہے۔ سید علامہ سلوک طریقت مین طریقۂ نقشبندیہ رکھتے تھے اگرچہ اور طریقون کی بھی اُن کو اجازت تھی مگر اُن کے مزاج پر تشرع اور اتباع سنت سنیہ مصطفوی کا ذوق اسقدر حاوی و غالب تھا کہ وہ سر مو صراط مستقیم شریعت سے تجاوز کرنا روا نہین رکھتے تھے عادات و رسوم اہل عجم اور اقسام شرک و بدعات و محدثات دین سے سخت متنفر تھے۔

اکثر اوقات حالت وجد و رقت اُن پر طاری رہا کرتی تھی اسی قسم کے ایک خاص موقع پر وہ لکھتے ہین "دو آب دنیا بر دو قسم است یکے از چشمہ ہا و دیگر از چشمہا آب چشمہ ہا از برائے شستن جامہا است و آب چشمہا از برائے شستن نامہا۔ از چشمہ ہا برائے جامہا ہشتی باید و از چشمہا برائے نامہا اشکی"

سید علامہ نے ہمیشہ اپنی زندگی نہایت آزادانہ طریق پر بسر کی اور کبھی جستجوے معاش مین اہل دنیا اور امرا اور حکام کی آستانہ بوسی نہین کی نواب انور جنگ بہادر مرحوم کے انتقال کے بعد گورنمنٹ نظام نے باضابطہ طلبی کا فرمان سید علامہ کے نام صادر کیا اور اُنکے احباب خاص نے بھی بہت کچھ اصرار کیا کہ اعلحضرت نظام فرمانرواے حیدر آباد دکن اس خاندان کے ولی نعمت قدیم ہین اور سنی المذہب ہین فی الحال وہ بطور خود طلب فرما رہے

ہیں اس لیئے حیدرآباد دکن جانا اور ترکۂ آبائی کا حاصل کرنا اس نظر سے بھی ضروری ہے۔ کہ خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاس " یہ سن کر احباب کی خواہش و اصرار پر روانگی حیدرآباد کے لیے تیار ہوئے ساز و سامان سفر درست کیا گیا۔ قنوج سے روانہ ہوکر کالپی پہونچے یہاں آکر دفعتاً یہ خبر مسموع ہوئی کہ بندیلکھنڈ اور مالوہ میں قحط عظیم پڑا ہوا ہے اور باشندگان ملک مصائب و مہالک کے شکار ہو رہے ہیں اس سانحہ نے انکے دل پر برق خاطف کا کام کیا اور انکی نگاہ کے سامنے ایک عبرتناک منظر پیش کردیا وہ پہلے سے بھی اپنے والد کی شیعیت کی وجہ سے ترکۂ پدری سے برداشتہ خاطر ہو رہے تھے یہ خبر فسخ عزیمت کے لیے ایک حیلہ ہوگئی اور وہ قنوج واپس چلے آئے اور فرمایا ؎

دران دیار کہ شاہی بہر گدا بخشند — غنیمت است کہ ما را ہمین بما بخشند

ایک مرتبہ انکے مرشد و ہادی مولانا سید احمد بریلوی رح نے انسے پوچھا " کہ سیّد برادر تمہا

اموال کثیر والد خود کہ حسابش بہ لکوک میرسد چرا گذاشتید اگر از آن زر بسیار اگر بدست شما می بود بکار مسلمانان می آمد " یعنی اے سید برادر تمنے اپنے والد کی دولت کثیر جسکا شمار لاکھوں تک پہونچتا ہے کیوں چھوڑدی اگر آج وہ تمہارے قبضہ و تصرف میں ہوتی تو مسلمانوں کو تبلیغ اسلام اور جہاد میں اس سے مدد ملتی

علامہ ممدوح نے جواب دیا " کہ مخدوم گذاشتم پدر من شیعی بود و مال بسیار فراہم آورد و عمارات بسیار برائے نام آوری بنیاد نہاد ندانم کہ از وجہ حلال است یا حرام اگر حرام است خود گرفتنے نیست و اگر حلال است حق تعالیٰ مرا عوض آن دولت علم

بخشیدہ ازان مستغنی فرمودہ است۔

فَاِنَّ الْمَالَ یَفْنِیْ عَنْ قَرِیْبٍ وَاِنَّ الْعِلْمَ یَبْقٰی لَا یَزَال

بلکہ گمان کراہت وحرمت قوی است زیراکہ ہرکہ در دین خود امین وناقد نباشد درامر دنیا از وجہ امانت خیزد" یعنی ہان مخدوم مین نے سب چھوڑ دیا میرے باپ شیعہ مذہب تھے اُنھون نے مال وافر جمع کیا تھا اور نام آوری کے لیئے بہت سی عمارتین بنوائی تحقیق مجکو علم نہین ہے کہ وہ مال وجہ حلال سے حاصل ہوا تھا یا وجہ حرام سے۔ اگر وجہ حرام سے تھا تو وہ خود لینے کے قابل نہین ہے اور اگر حلال سے تھا تو اللہ تعالے نے مجکو اُس کے معاوضہ مین علم کی دولت عطا فرمائی ہے اور مجکو متاع دنیا سے مستغنی فرما دیا ہے "مال ایک سریع الزوال چیز ہے اور دولتِ علم پائدار اور لایزال ہے" بلکہ اُس مال مین گمان کراہت وحرمت کا کسی قدر قوی ہے اسلیئے کہ جو شخص اپنے دین کا امانتدار اور حقیقت شناس نہو اُس سے دُنیاوی کاروبار مین حق امانت کیا ادا ہوسکتا ہے۔ ؎

بے نیازی ہمتے دارد کریمان ظرف اند ما ہم از دست رد خود چیزہا بخشیدہ ایم

اس واقعہ سے بھی بڑھکر یہ قصہ ہے کہ ایک روز تمام اسناد و تمسکات اور کاغذات جائداد کے جو شہر قنوج مین واقع تھی آگ مین جلادئے ہر چند احباب نے روکا اور کہا کہ آخر اسمین کونسی قباحت ہے مگر آپنے ایک کی بات نہ سُنی اور فرمایا "محتاج چند قطعات زمین و چند باغ براے معاش نیستم وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ؎

شاہ ما رادہ دہ و منت نہد رازق ما رزق بے منت دہد

یعنی مین اپنی معاش مین زمین کے چند قطعات و باغات کا محتاج نہین ہون خدا نے

رزق آسمانی کا وعدہ فرمایا ہے۔ پادشاہ تو کاؤن دیگر احسان رکھتا ہے۔ مگر میرا پروردگار بلا احسان کے مجکو روزی دیتا ہے"

اسی طرح ایک مرتبہ ضلع فرخ آباد کے صاحب کلکٹر نے سید علامہ کے بعض یاران اختصاص کے ذریعہ سے عہدۂ صدر الصدوری اور عہدۂ افتا و قضا کے قبول کرنے کا پیغام کہلا بھیجا آپ سن کر بہت برافروختہ ہوئے اور جو لوگ اس امر کے محرک ہوئے تھے اُن سے رنجیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ "ما ایشان را بآخرت میخوانم و ایشان مارا بدام طمع دنیا می کشند نعوذ باللہ منہ" ؎

کرا دماغ کہ از کوئے یار برخیزد ؎ نشستہ ایم کہ از ما غبار برخیزد

آخر کار عہدۂ صدر الصدوری پر کوئی دوسرا شخص مقرر ہو گیا اور ضلع کے عہدۂ افتا پر مولوی ولی اللہ صاحب فرخ آبادی کا تقرر ہوا مولوی صاحب نے اپنے عہدۂ افتا کے زمانہ مین ایک مدرسہ قائم کیا تھا اُس مدرسہ پر اپنے پاس سے بہت کچھ زر خطیر ماہوار صرف کیا کرتے تھے۔

مدرسہ قائم ہونے کے بعد جب کبھی سید علامہ کو فرخ آباد جانے کا اتفاق ہوتا تھا تو اُس مدرسہ مین نہین جاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "مال مشتبہ پر اسکی بنیاد رکھی گئی ہے اور اس پر رشوت و معاوضۂ خدمت نصاریٰ کا روپیہ صرف ہوا ہے۔ مسلمانون کو زیبا نہین ہے کہ اس قسم کے مدارس مین داخل ہون اور دین مین مداہنت اختیار کرین"

اُنکے اس فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ مولوی صاحب موصوف رشوت ستانی اور حکام پرستی

کے الزام سے متہم اور مشہور تھے۔ علاوہ اس کے اُنھون نے اپنی تفسیر مین بعض آیات قرآنی
کی توضیح مین حکایات ہزل وفحش نقل کی تھین جنکی بنا پر مولوی اوحدالدین احمد بلگرامی
اور مرزا حسن علی محدث وغیرہ نے کفر کا فتوے صادر کیا تھا۔

الغرض سید علامہ نہایت استغنا اور قناعت کے ساتھ آزادانہ زندگی بسر کیا کرتے تھے اور
اُنکے اوقات عزیز کا بیشتر حصہ خدمت اسلام و مسلمین و عبادات و مجاہدات و تالیفات
اور اساتذۂ دین کی نقل کتب مین بسر ہوتا تھا۔ با اینہمہ یہ بات اُنکے خصوصیات مین سے
تھی کہ کبھی اُنھون نے عامۂ مشائخ و فقرا کی طرح نہ کسی خانقاہ کی بنیاد ڈالی نہ کوئی اپنا حلقہ
یا دائرہ بنایا نہ کسی مسجد کو عام مُلّاؤن کی طرح اپنے بود و باش کی جگہ قرار دی نہ کبھی نذر و نیاز
کے نام سے ایک پیسہ لینا جائز رکھا۔ بلکہ اس قسم کی بدعات و منکرات اور مراسم قبیحہ کو اپنے گھرانے
اور اپنے معتقدین و متبعین کے گھرانون سے یک قلم نیست و نابود کر دیا۔ یہ اثر و برکت کسی قدر
اسوقت تک اکثر باشندگان قنوج کے گھرونپر چھایا ہوا نظر آتا ہے۔

علاوہ ان خصائل و مکارم کے جنکی ایک قسط عظیم اُن کو قدرت سے عطا ہوئی تھی ظرافت کا لچ
نفاست طبع بھی اُنکی طینت کی مایۂ خمیر تھی ؎

جوہر جام جم از طینت کان دگر ست ... تو توقع زگل کوزہ گران می داری

خوش خوراکی اور خوش پوشاکی مین وہ اپنے علماء عصر مین ممتاز تھے اکثر اُنکا لباس
ایسے عمدہ بیش بہا کپڑے کا ہوتا تھا جسکو امرا بھی کمتر استعمال کرتے ہین عطریات سے اُنکو
خاص مذاق تھا۔

اس معاملہ مین وہ حضرت امام مالک بن انسؓ کے ہم خیال اور ہم مشرب تھے امام صاحب
نہایت بیش قیمت لباس فاخرہ پہنا کرتے تھے جو عدن سے طیّار ہو کر آتا تھا اور مصر و
خراسان کے بُنے ہوئے اعلیٰ درجہ کے کپڑے زیب تن کیا کرتے تھے امام صاحب کا قول
ہے کہ مین اُس شخص کو دوست نہین رکھتا جس کو خُدا کوئی نعمت دے مگر اُس نعمت کا کوئی اثر
اُسپر ظاہر نہو کتمان نعمت بھی ایک قسم کا کفران نعمت ہے۔

صبح و شام ورزش کرنا اُنکا معمول تھا سُنت مرتضوی کے مُطابق حلق راس کرتے
تھے اور سپاہیانہ وضع مین ہمیشہ رہا کرتے تھے شمشیر و عصا و کمان و تفنگ سے مُسلّح
رہتے تھے۔ بعد ورزش تلاوت قرآن مجید اور اوراد ماثورہ کے پابند تھے ہر جمعہ کو وعظ
کہا کرتے تھے کتاب دلائل الخیرات اُن کے قلم کی لکھی ہوئی اور تصحیح کی ہوئی کتب خانہ
والاجاہی مین موجود ہے اُسپر اُنکے حواشی ہین۔

ماہ رمضان شریف مین نماز تراویح اور سماعت فرقان حمید کیلئے فرخ آباد اور
کانپور چلے جاتے تھے اسلیے کہ قنوج مین اُس وقت حافظ نہ تھے ہان اگر اتفاق سے کوئی حافظ
وہان پہونچ جاتا تو پھر باہر جانیکی ضرورت اُنکو نہین ہوتی تھی تھوڑی مُدت کے بعد اُنکے انفاس متبرکہ
کی وجہ سے بہت سے اطفال شہر مین حافظ قرآن ہو گئے۔

قلیان کشی سے اُنکو بالطبع نفرت تھی اور وہ صاحب مجالس الابرار اور علماء کبار کے
ہم صفیر تھے ایک مرتبہ کسی نے اُنسے قلیان کشی کے بارہ مین سوال کیا اُنھون نے کہا کہ
" نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ " اُن کی مجلس مین کسی کو

یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ وہ حقہ پئیے اور جب وہ کسی مجلس دعوت ولیمہ یا عقیقہ وغیرہ مین جاتے تو اُن کے سامنے حقہ نہین لایا جاتا تھا۔

والاجاہ مرحوم کی راے اس مسئلہ مین اُن سے مختلف ہے وہ لکھتے ہین کہ "درین باب نزد بندہ بقاعدۂ اصول فقہ عدم حرمت اوست"۔

ایک بار کسی نے سید علامہ سے دریافت کیا کہ "نماز قبول ہونیکی کوئی خاص علامت بھی ہے؟" انھون نے جواب دیا کہ "ہان اور یہ آیت پڑھی اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ" بس جس کی نماز اُس کو فحش اور منکر سے باز نہ رکھے وہ ہرگز قبول نہین ہوتی"۔

تقوے و طہارت کا خیال بدرجۂ غایت تھا۔ تمام عمر انھون نے بازار کی مذبوح بکری کا گوشت نہین کھایا۔ اپنے خاص خادم کو جو پابندِ صوم و صلوٰۃ ہوتا تھا اُس کے ہاتھ سے بکری ذبح کراتے تھے اور جس قدر گوشت کی ضرورت ہوتی اُسمین سے لے لیتے تھے یہ خدمت زیادہ تر حسینی خادم کے سپرد تھی جو اُن کا مرید بھی تھا اور خود اُنھون نے اُس کو دینیات کے ابتدائی رسائل پڑھائے تھے اخیر عمر مین خدا نے اُس کو علوم دین پر فائز کر دیا۔ یہ شخص عابد زاہد خدا ترس اور متبع سُنت تھا اُس نے محض دینی حمیت کی وجہ سے تمام بیگانہ و آشنا اور وطن و خانمان پر سید علامہ کے آستانہ کے اعتکاف کو ترجیح دی اور عمر بھر وہین رہا۔ مین نے اُس کو زمانہ صغر سنی مین دیکھا تھا۔ اُس نے مجکو اپنی گود مین کھلایا اور پرورش کیا غفر اللہ لہ۔

لطیفہ: علامہ مغفور باوجود جلالت علم و تفضل ظریف بھی بہت تھے اور کسی قدر تنک مزاج بھی واقع ہوئے تھے ایک بار ایک امیر کبیر اور رئیس اعظم کی سواری اُن کے مکان کے سامنے سے گذری

اتفاقاً وہ اُس وقت اپنے مکان کے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہوئے تھے جب رئیس کا ہاتھی اُنکے قریب پہونچا تو اُس نے بقاعدہ اہل ہند ہاتھ اُٹھاکر اور پیشانی پر رکھ کر حسب معمول سلام کیا۔ چونکہ یہ ادا خلاف طریقہ سنت تھی۔ علّامہ مغفور کے دل پر بہت گران گذری آپنے اُس کے جواب مین انگوٹھا دکھا دیا حاضرین مین سے ایک شخص نے متعجب ہوکر پوچھا کہ حضرت یہ کیا؟ آپ نے مسکرا کر جواب دیا کہ "وہ بتاتا ہے کہ میری قسمت پھوٹ گئی اِس لیئے مین نے اُس کو انگوٹھا دکھا دیا یعنی میرے ٹھینگے سے" یہ برجستہ فقرہ سُن کر سب لوگ بے اختیار ہنس پڑے۔

جس زمانہ مین کہ سید علّامہ لکھنؤ مین مشغول تعلیم تھے نواب معتمد الدولہ آغا میر وزیر شاہ اودھ اور حکیم واجد علی خان موہانی نے جو آغا میر کے مصاحب خاص اور امرا اعظم لکھنؤ مین سے تھے چاہا کہ وہ اُن کی صاحبزادی سے اپنا عقد نکاح منظور کرلین چونکہ یہ لوگ شیعی مذہب تھے اس سبب سے اُنھون نے منظور نہین کیا۔ حکیم واجد علی خان نے یہ بھی کہا کہ بعد نکاح اگر لڑکی مذہب اہلسنت قبول کرلے تو ہمکو کوئی عذر نہ ہوگا۔ مگر وہ راضی نہین ہوئے اور اُنھون نے اپنا عقد شرعی مفتی محمد عوض صاحب ساکن بانس بریلی کی صاحبزادی نجب النسا بیگم کے ساتھ پسند کیا۔

مفتی صاحب نسباً قریشی حضرت عثمان خلیفہ سوم کی اولاد سے تھے اُن کا شجرۃ النسب جداگانہ محفوظ ہے۔

اِس خاندان مین کبھی کوئی بیوی غیر کفو کی حضرت مخدوم کے زمانہ سے نہین آئی مگر

صرف تین بیویان اول یہی نجیب النسا بیگم والدہ والاجاہ مرحوم جو اولاد حضرت
عثمانؓ سے تھین دوسری زوجہ اولی والاجاہ مرحوم ذکیہ بیگم صاحبہ مرحومہ دختر منشی
جمال الدین خان مدار المہام جو صدیقی النسب تھین تیسری زوجہ ثانی رئیسۂ عالیہ نواب
شاہجہان بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہا یہ قوم افاغنہ مین سے تھین۔ باقی جملہ ازواج بنی فاطمہ
گذری ہین۔ یہ نکاح بعد وفات مفتی صاحب مرحوم عمل مین آیا تھا۔

حالات مفتی محمد عوض صاحب مرحوم

مفتی صاحب اپنے زمانہ مین علم و فضل و زہد و توکل مین بلند درجہ رکھتے تھے اُن کو
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین بڑا انہماک رہا کرتا تھا۔

وہ دراصل رہنے والے بدایون کے تھے مگر بانس بریلی مین وطن اختیار کر لیا تھا اور
وہ بریلی کے مفتی اسلام مشہور تھے۔

حدیث و فقہ خصوصًا علم قرآن مجید اور ضبط قرارت سبعہ کے ماہر کامل تھے۔

چند رسائل قرارت وغیرہ جنکو اُنھون نے ۱۱۸۸ھ مین اپنے قلم خاص سے لکھا تھا۔
وہ سید علامہ مغفور کے کتب خانہ مین موجود تھے۔

باعتبار حسن و جمال ظاہری کے لوگ انکو یوسف ثانی کہا کرتے تھے۔

ایک بار نواب آصف الدولہ بہادر والی ملک اودھ بریلی وارد فرما ہوے اور آپ
کی زیارت کے لیئے تشریف لائے اور زر نقد و جواہر گرانبہا مع سند دیہات جاگیر نذر گزرانکے

مگر مفتی صاحب نے معذرت کی اور قبول نہین کیا۔

اُن کے وقت مین انگریزی عملداری کا ابتدائی زمانہ تھا اور انگریزی حکومت کے اصول و قوانین سے بہت کم آدمی واقف تھے۔ اُس زمانہ مین حکّام بریلی نے شہر کے تمام مکانون پر چوکیداری کا حق عائد کرکے باشندگان شہر پر ٹیکس جاری کیا تھا جو ہر مہینہ وصول کیا جاتا تھا۔ مفتی صاحب اور اُنکے ساتھ عام رعایا نے جنمین زیادہ تر افغانان بریلی تھے اُس ٹیکس کو جزیہ کا مرادف سمجھکر اور ہتک حُرمت اسلام جانکر اُسکے ادا کرنیسے انکار کیا حکّام کو یہ حرکت سخت ناگوار گذری اور اُنھون نے تشدد کرنا شروع کیا یہ دیکھکر تمام مُسلمانان بریلی برہم ہوکر آمادۂ فساد ہو گئے۔

حکّام نے بلوہ کے خوف سے چاہا کہ مصالحانہ طریقے سے فیصلہ ہو جاوے اور مفتی صاحب سے گفتگو کی۔ مفتی صاحب نے بھی ٹیکس کی حقیقت سے واقف ہو کر اور الصلح خیر کہکر حکام کی راے سے اتفاق کیا اور رفع فتنہ مین پوری کوشش کی۔ مگر افسوس ہے کہ افغانان رامپور و بریلی نے جو مجسّم تودۂ جہالت تھے ایک نہ سنی اور آمادۂ بغاوت ہوکر جنگ شروع کردی مفتی صاحب نے اس طوفان بے تمیزی کو دیکھکر اہل بریلی کو سخت ملامت کی اور سمجھایا کہ "شما بارے مجار بہ شوید و ظالم نہ میرید و مظلوم میرید" مگر ایک بات بھی پیش نہین گئی بلکہ برخلاف اس کے تمام رعایاے شہر نے مجبور کرکے مفتی صاحب کو اپنے حلقۂ جماعت مین لے لیا اور ہر طرف ایک عظیم جنگ برپا ہو گئی جسمین دونون طرف کے بہت سے آدمی کام آئے آخرکار کچھ دنون کے بعد اُنکی ہمتون مین ضعف آنا شروع ہوا اور مصلحت وقت اور طمع دنیا اُن پر غالب آئی اُس وقت اُنھون نے مجبور ہوکر اپنے ہتھیار ڈالدیے اسطرح اس فساد کا خاتمہ ہوا

چونکہ مفتی صاحب اس کشمکش مین انکے ہاتھ پڑ چکے تھے بعض مفسدون نے حکام وقت کے سامنے اُن کو اسیر لشکر اور بانی فساد قرار دیدیا ہر طرف اُن کی جستجو اور تلاش ہونے لگی ناچار مفتی صاحب کو مفسدون کے شر سے بچنے کے لیے بریلی چھوڑکر خفیہ طور پر رامپور جانا پڑا خدا کا فضل اُنکے شامل حال تھا کسی مفسد کو اُن کا پتہ نہ لگا اور نہ کسی نے اُن کو پہچانا کچھ روز رامپور مین ٹھہر کر وہ ٹونک چلے گئے نواب امیر خان والی ٹونک نے اُن کا باقاعدہ استقبال کیا اور پورے طور پر لوازم مہمانداری و قدر شناسی ادا کیے ہنوز ٹونک آئے ہوے اُن کو زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ اجل موعود کا وقت آپہونچا اور اُنھون نے داعی اجل کو لبیک کہکر سفر آخرت اختیار کیا۔

مفتی صاحب کی صاحبزادی صاحبہ جو علامۂ مرحوم سے بیاہی تھین اُن کے بطن سے دو صاحبزادے مولانا سید احمد حسن عرشی (جو والاجاہ مرحوم کے برادر کلان تھے) اور نواب محمد صدیق حسنخان بہادر والاجاہ غفرانمآب پیدا ہوے اور تین لڑکیان تھین فاطمہ بیگم مریم بیگم محمدی بیگم۔ مولانا عرشی مرحوم لاولد تھے۔

فاطمہ بیگم کا نکاح عزیز حسین بن شریف حسین مرحوم مفتی فرخ آباد سے ہوا تھا یہ سادات بارہہ مین سے تھے ان کا انتقال ۲۷۔ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ ہجری کو بھوپال مین ہوا۔ ان کے بطن سے صرف ایک صاحبزادی امۃ اللہ بیگم نام اُنکے بعد باقی رہین۔

ان کا عقد نکاح شیخ محمد عمر صاحب مرحوم قلعدار بن شیخ خیرالدین انصاری مرحوم ساکن رامپور منیہاران نواسۂ خرد مدار المہام محمد جمال الدین خان بہادر مرحوم نائب دولت ریاست

بھوپال کے ساتھ ہوا تھا۔

مریم بیگم نے یکم شوال ۱۲۸۵ھ کو بھوپال مین لاولد انتقال کیا۔ ان کا نکاح سید عبد العزیز بن سید واسطی ساکن بلگرام کے ساتھ ہوا یہ لاولد فوت ہوئین۔ محمدی بیگم کا نکاح شیخ حامد حسین صاحب مرحوم بن محمد حسن بن مفتی محمد عوض صاحب مرحوم بریلوی کے ساتھ ہوا تھا۔ ان سے تین لڑکیان ہوئین اسما بیگم عائشہ بیگم ہاجرہ بیگم سید علامہ کی عمر غالباً ترپن سال کی ہوئی۔ ایک روز عبد اللہ شاہ تیمجری نزیل بنارس جو جماعت احرار مین ایک دیندار آدمی تھے علامہ مرحوم کے مہمان ہوئے انھون نے انکے لیئے پرتکلف طور پر بکری کا بھنا ہوا گوشت تیار کرایا اور کرامۃً للضیف واتباعاً للسنۃ ان کے ساتھ شرکت کھانا تناول کیا۔ کھانے مین حشرات بھی تھا۔ صبح کو شاہ صاحب تو رخصت ہو گئے اور علامہ مرحوم کو درد شکم لاحق ہوا حقیقتاً یہ مرض تخمہ تھا مگر اطبا نے اس کو دوسرا مرض قرار دیکر خلاف مرض علاج شروع کیا جس کی وجہ سے مرض اور ترقی کر گیا ع

چون اجل آید طبیب ابلہ شود

ایک ہفتہ اسی اضطراب و قلق مین گذرا مگر اس درمیان مین وہ نمازین برابر قیام کے ساتھ اوقات معیّنہ پر ادا کرتے رہے کبھی کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ نوفل مین بیٹھ جایا کرتے تھے جب ان کو اپنی زندگی کی جانب سے قطعاً مایوسی ہو گئی تو انھون نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ "آپ لوگ گواہ ہین کہ مجھ پر تبلیغ احکام دین کے باب مین جو واجب تھا اس کو مین نے اگرچہ حتی الامکان بغیر افراط یا تفریط کے پورا کیا اور اپنی تمام تر کوشش اس کام مین

اتباع السنۃ سید المختار صرف کی لیکن اب وہ وقت سر پر آپہونچا کہ مین اپنے خدائے غفور ورحمان ورحیم کی بارگاہ مین حاضر کیا جاؤن اور مجکو افسوس اور انفعال اس بات کا ہے کہ کوئی کام میرے ہاتھ سے لایق قبول عمل مین نہین آیا مین کسی طرح سزاوار عدل نہین ہون محض اُس کے فضل پر بھروسہ ہے ہنوز یہ تقریر ختم نہین ہوئی تھی کہ اُن پر بیہوشی طاری ہوگئی بعد ایک ساعت کے کسی قدر ہوش آیا اور علّامہ مرحوم نے اشارہ سے قلم دوات و کاغذ طلب کیا مگر لوگون نے اُس کو عدم ثبات عقل اور حالت احتضار پر محمول کیا اور خاموش ہو رہے۔ اُنھون نے زبان سے بھی کچھ کہنا چاہا مگر بول نہ سکے پھر اشارہ سے نماز کا وقت دریافت کیا اور جب معلوم ہوا کہ نماز ظہر کے وقت مین ابھی کسی قدر دیر ہے تو آہستہ سے کہا کہ نماز کا وقت نہ آئیگا کہ ہم روانہ ہو جائینگے

چنانچہ ایسا ہی ہوا نماز ظہر کا وقت نہین آنے پایا کہ اُنھون نے جوار رحمت الٰہی مین جگہ لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ حادثہ روز پنجشنبہ ۲۸ ۱۸ سنہ ۱۲۸۵ ہجری کو پیش آیا۔ محلہ شیخ پورہ قنوج مین اپنے دولت خانہ کی جانب مشرق قدیم موروثی باغ مین مدفون ہوئے

مزار علّامۂ مرحوم کا بالکل سادہ اور خام ہے اور بدعات معمولۂ اہل ہند یعنی تعمیر روضہ تخصیص قبر احداث احاطہ اور پختگی منصہ وغیرہ سے پاک و مُعرّا ہے۔ رحمہ اللہ تعالےٰ رحمۃ واسعۃ ولنعم ما قیل ؎

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا   کہ قبرپوش غریبان ہمین گیاہ بس است

منجملہ اُن کی باقیات صالحات کے کچھ تو وہ کتابین ہین جو اُنھون نے بصرف زرکثیر

جمع کین اور کچھ وہ تالیفات ہین جو انھون نے عربی وفارسی اور اُردو مین بغرض اشاعت دین و اصلاح قوم شائع کین۔

اسماء کتب مؤلفات یہ ہین۔ اختصاص ببیان الحدود والقصاص یہ عربی زبان مین ہے۔ تقویۃ الیقین برد المشرکین۔ یہ فارسی زبان مین ہے۔ نورا لوفا من مراۃ الصفا۔ یہ فقہ حنفی مین ہے۔ راہ جنت شرح چہل حدیث۔ یہ نظم فارسی مین ہے رسالہ معنی کلمۂ توحید مین۔ استفتا فی رد التعزیہ۔ رسالہ ما اُہل بہ لغیر اللہ کے بیان مین ترجمہ اُردو حبل المتین تقوال المستبین فی حقوق الخلق اجمعین راہ سنت منظوم رسالہ در منع چراغان بر قبور۔ رسالہ آداب وعظ و تذکیر۔ رسالہ در بیان بیعت اہل الحقائق آن۔ ہدایت المومنین۔ انشاے حسن۔ علاوہ انکے اور بہت سے رسائل تھے جو تلف ہوگئے اُن سے صرف یہ تالیفات باقی رہگئی ہین سچ ہے ؎

مَوتُ التَّقِیِّ حَیَاۃٌ لَا انقِطَاعَ لَهَا   قَدْ مَاتَ قَومٌ وَهُمْ فِی النَّاسِ اَحیَاءُ

مال متروکہ مین ایک مختصر کتب خانہ دو تین باغ ایک مکان اور کسی قدر زمین چھوڑی

دگر ہیچ ؎

توره از کثرتِ اسباب بر خود تنگ میسازی   سُبکروحان چو بوے گل فرو بستند محملہا

مولوی مبین الدین مرحوم جالبیسری نے علامہ مرحوم کی تاریخ وفات کا مادہ ایک حدیث مشکوٰۃ کے جملہ سے یہ نکالا "مات بخیر" اور ایک قطعۂ وفات لکھا ؎

بر بست پئے سیر جنان چون کمر خود   آن مرشد من فخر زمن مسند وقت

اظہر پئے تاریخ وفاتش رقمے زد   آن سید اولاد حسن مجتہد وقت

مولوی فضل الرحمن قنوجی نے علامہ مرحوم کی مدح مین کچھ ابیات نظم کیے تھے اُن مین سے حسب ذیل منتخب اشعار بطور یادگار باقی رہ گئے ہین وہ یہ ہین

بگوشم میخورد احسنت از غیب — بہار صد گلم می روید از جیب
مہ نو بر فلک ہر لحظہ ہر دم — بہ تعظیم قدر خود می کند خم
سعادت می شود پہلو نشینم — چو ماہ نو ہمی بالد جبینم
شہامت می زند سکہ بنامم — ہُمای بخت می اُفتد بدامم
ندانم تا چہ گل رُو دید زکلکم — چہ مروارید ہا ریزد ز سلکم
بخاطر در نمی آرم چمن را — مگر دارم سرِ مدح حسن را
سیہ مستِ شراب خوشدلی ام — کہ مداحِ حسن ابن علی ام
بلب دارم مدیح آل حیدر — زبان تر می کنم از آب کوثر
بود باغ جنان میراث خاصم — برحمتہای یزدان اختصاصم
ز تحریرِ مدیحِ رُوح پرور — شد انگشتم چو ماہِ نو منوّر
زہے شہباز اوجِ ارجمندی — ہمین سالار فوج ارجمندی
نشنوی ہیچگہ زان ذات اطہر — بجز قال اللہ و قال پیمبر
کلامش آمدہ جانِ ہدایت — لبش تفسیر قرآنِ ہدایت
گرامی گوہرِ کانِ سیادت — وجودش عید رمضان سیادت
وجودش دُرۃ التاجِ امامت — نہادش بحرِ موّاجِ امامت

ہمہ آثار بدعاتِ پر آشوب — ز فیضِ ذاتِ پاکش در لگدکوب
مدامش امر بالمعروف پیشہ — ز نہی منکرش رغبت ہمیشہ
نہادش ہادمِ غوغاے زندیق — بہ تقوی حجت تقواے صدیق
ز روے شوکتِ حیدرؓ در اظہار — ز بشرہ صورتِ عمریؓ پدیدار
حیا چون با نہادش آمدہ جفت — بلاشک ثانی عثمانؓ توان گفت
مزاجِ سم کو گل آزادگی چید — بحسنِ خُلقش آخر بندہ گردید
نہ تنہا من شکر کام ازین قند — کزین شیرہ لبِ آفاق شد بند
ز ذاتِ مصطفےٰ شد خلق ظاہر — ہمان از ذاتِ او گردیدہ باہر
درست آمد کہ می گویند عالم — کہ بر سرِ پدر آید پسر ہم
وجودِ خُلقہاے این نکونام — بخُلقِ احمدے شد حجّت تام
بہ او ہر کس کہ آمد از کجی پیش — نمودہ راستی با وے ز حد بیش
سراپا مہر بل کانِ مروت — غلط کردم ہمہ جانِ مروت
بعشقِ مصطفےٰ بے صبر و بیتاب — چو فرزندِ ابو حفصؓ بن خطاب

مولانا احمد حسن عرشی مرحوم کے حالات

یہ والاجاہ مرحوم سے دو برس بڑے تھے اُن کی ولادت نوزدہم رمضان المبارک روز شنبہ قریب یکپاس روز ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء کو ہوئی۔

اِن کو قوت وجسارتِ قلب جرأت وشجاعت جودتِ قریحہ حضورِ ادراک ذکاوتِ ذہن اور حدّتِ فہم وراثۃً ملی تھی اُن کا حافظہ گویا لوح محفوظ تھا اور تمام گوشت و پوست اُن کا علم و فضل سے بنا تھا گندم گون نحیف الجثہ تھے۔ مین نے اپنی چھوٹی پھوپی سے سُنا کہ میری جسمانی حالت اور اعضا اور شکل بالکل میرے چچا مرحوم کے جسم و اعضا اور شکل کے مشابہ ہے۔

آغاز شعور کے وقت موافق رسم جمہور اُنھون نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن قنوج مین حاصل کی پھر اسپر اکتفا نہ کرکے بغرض اکتساب علم کانپور فرخ آباد بریلی علیگڈھ اور دہلی کا سفر اختیار کیا اور اساتذہ وقت کے حلقۂ درس مین شامل اور اُن کے شریک صحبت رہے بارہا اُن کو مجالس مباحثہ و مناظرہ اور مشاعرہ مین شرکت کا اتفاق ہوا۔

مدت قلیل مین اُنھون نے علوم عقلی و نقلی اور فنون نظم و نثر مین ایسی ترقی کی کہ اِس زمانہ کے طلبا کو برسون کی ممارست علمی سے بھی کمتر حاصل ہوا کرتی ہے کثرتِ نظر و مزاولتِ ادبیات کے سبب فارسی و عربی فنون ادب مین اُن کو ملکۂ راسخہ حاصل تھا اور یہ اُن کا اصلی ذوق تھا۔ اصناف نظم مین طول و طویل قصائد بر داشتہ قلم لکھدیا کرتے تھے جس علم و فن پر اُنھون نے قلم اُٹھایا اُس کو غایت و منتہا تک پہونچادیا جس اُستاد فن سے وہ چند اوراق پڑھ لیتے وہ اُن کے ادراکِ معانی اور رسائی ذہن سے متحیر ہو جاتا۔

علوم کتاب و سنت کی تعلیم اُنھون نے شیخ صالح عبد الغنی بن ابی سعید فاروقی مجددی نزیل مدینۂ منورہ قدس سرہ کے حلقۂ درس مین حاصل کی اور فقہ کے مختلف ابواب اُن سے پڑھے۔

مولانائے مرحوم کی ایک خاص عبارت سے (جو اُن کے قلم کی لکھی ہوئی مجکو دستیاب ہوئی ہے) معلوم ہوا کہ اُنھون نے کتب حدیث اور صحیح بخاری کی سند سنہ ۱۲۷۱ھ مین حاصل کی۔ عبارت مذکور یہ ہے۔

"یقول الفقیر احمد بن حسن القنوجی عفا اللہ عنہ اروی صحیح البخاری عن مولانا الشیخ الزاہد المتقی عبد الغنی دامت برکاتہ وہو عن الشیخ محمد عابد السندی وہو یروی عن امام المحدثین وخاتم المجتہدین الشیخ صالح بن محمد العمری الموفی الشہیر بالفلانی عن شیخہ المعمر المحقق محمد بن محمد سنّہ العمری الفلانی عن الشیخ احمد بن العجل عن قطب الدین محمد بن احمد النہروانی مفتی مکۃ عن ابی الفتوح نور الدین احمد بن عبد اللہ بن ابی الفتوح الحافظ الطاؤسی عن بابا یوسف الہروی المشہور بسہ صد سالہ ای المعمر ثلث مائۃ سنۃ عن محمد بن شادبخت الفرغانی المکنی بابی عبد الرحمن عن ابی نعمان یحیی بن عمار بن مقبل بن شاہان الختلانی وکان عمرہ مائۃ وثلثا واربعین سنۃ وہو احد الابدال بسمرقند وقد سمع صحیح البخاری جمیعہ علی الامام محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربری المکنی بابی عبد اللہ عن مؤلفہ امام المحدثین الحافظ الحجۃ ابی عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری قال الشیخ محمد عابد فیکون بینی وبین الحافظ البخاری تسعۃ انفس فیقع لی ثلاثیاتہ بثلاثۃ عشر نفسا وہذہ الطریقۃ لم تصل الی الحرمین الا مع اشیاخ اشیاخ مشائخنا کالشیخ المعمر عبد اللہ بن سعد اللاہوری وہذہ الطریقۃ لم تبلغ ابن حجر ولا السیوطی لانہما کانا بمصر والحافظ ابو الفتوح من رجال ثمان

مائة كان بابرقوه مدينة بخراسان العجم وكان موصوفا بالصلاح ويروى الختلانى المذكور عن ابى اسحاق ابراهيم بن عبد الصمد الهاشمى عن ابى مصعب عن مالك الامام المشهور مؤطاه والشيخ محمد سنة يروى عن مولائى الشريف محمد بن عبد الله الودلاتى المكتى بابى عبد الله عن الشيخ محمد بن محمد بن خليل عرف بابن اركماش الحنفى عن الحافظ ابن حجر العسقلانى مؤلف فتح البارى شرح البخارى وغيره انتهى"

دیگر سند وتخطی ومہری شاہ مولانا عبد الغنی صاحب نزیل مدینہ طیبہ یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله حمدا دائما والصلوة والسلام على رسوله قاعدا وقائما وعلى آله واصحابه غانما سالما۔ اما بعد فيقول الملتجى الى رحمة ربه الحميد عبد الغنى بن ابى سعيد المجددى ان الفاضل لفطن المولوى احمد حسن اسبغه الله تعالى باللطائف والمنن قد قرء على صحيح البخارى من اوله الى باب جزاء الصيد واسمعته الحديث المسلسل بالاولية وطلب منى الاجازة لذلك الكتاب وغيره من الامهات الست ومؤطا امام دار الهجرة مالك بن انس الاصبحى وغيرهما ما تيسرت لى الاجازة من والدى المرشد والشيخ المهاجر الى سليمان محمد اسحاق سبط الشيخ عبد العزيز الدهلوى ومحدث المدينة الشيخ عابد السندى وغيرهم فاسعفت مرامه واجزت له بشرطه المعتبر عند اهل الحديث من ملازمة التقوى ومجانبة اهل البدع والاهواء والرجوع الى اسباب الحديث ما يتعلق بسنده وغريب الفاظه كالنهاية ومجمع البحار والتقريب والتهذيب والاصابة وغيرها واللازم عليه ان يسلك

ا ببرة عباد الله الصالحين من الصوفية السادة والفقهاء القادة والمحدثين المستقيمين على الجادة لا كابن حزم وابن تيمية نجاه الله تعالى وجميع المسلمين من اتباع الهوى وصلى الله على سيد الورى ما اشرق النهار ووقب الدجى كتبه بقلمه عبد الغنى بن ابى سعيد المجددى الدهلوى سامحهما الله بلطفه الخفى فى سنة الف ومأتين واحدى وسبعين - انتهى -

والله الغنى
وانتم الفقراء

مولانا عرشی علاوہ فضل و کمال کے فنون سپہ گری مین بھی یگانۂ عصر اور خاندان کھبرین اس فن کے تنہا پہلوان تھے حسب اقتضاے زمانہ اسپ تازی تفنگ بازی شمشیر زنی اور صید افگنی کے ماہر کامل تھے گھوڑون کے اوصاف اور اسلحہ کی شناخت مین اُن کو بڑی بصیرت تھی اور ان چیزون کے جمع کرنے کا خاص ذوق تھا - اوقات فرصت مین یہی اُن کا مشغلہ رہا کرتا تھا بارہا اُنھون نے راہزنون اور نقب زنون کا تعاقب کیا اور اُن کو گرفتار کیا - گھوڑے اُنکے دروازہ پہ ہر وقت موجود رہتے تھے -

ماکولات و مشروبات لذیذہ کی قدر و منزلت سے بھی اُن کے کام و دہان آشنا تھے بازی شطرنج کے اُصول و قواعد مین بھی اُن کو خاص دستگاہ تھی - جس زمانہ مین ۱۸۵۷ء کے غدر کے جانسوز شعلے اطراف ہندوستان مین بلند ہو رہے تھے اور باغیون کی فوجین ہندوستان کی تباہی اور غارت گری مین سرگرم کار تھین اُس وقت مولانا ے مرحوم نے شہر قنوج کو مفسدون اور باغیون کے دست ستم و یغما سے بچایا - اور جوانمردی

دجان بازی کی پوری داد دی مختلف لڑائیون اور حملون مین اُن کو بذات خاص شریک ہونا پڑا یہ اُسی کا نتیجہ تھا کہ شہر قنوج کے ایک آدمی نے بھی سہواً یا عمداً زمانۂ غدر مین خلافِ مرضی حُکّام اپنی جگہ سے جنبش نہین کی۔ سارا شہر امن وسکون کے ساتھ گورنمنٹ کی وفاداری اور اطاعت کیشی مین مستقل وثابت قدم رہا حالانکہ اُسی کے قریب تر شہر فرخ آباد مین علم بغاوت مُفسدون نے بلند کر رکھا تھا۔

اِس امر خاص مین شہر قنوج کو ممالک ہندوستان پر تفوّق ہے۔

مولانا عرشی جس طرح ایک عمدہ اور کارآمد سپاہی تھے اُسی طرح وہ ایک عالم فاضل اور شاعر شیرین سخن بھی تھے۔ اُن کا زیادہ وقت مطالعۂ کتب یا رسائل کی نقل وکتابت اور تصنیف وتالیف مین گذرا کرتا تھا۔

منجملہ اُن کی تالیفات کے ایک کتاب "شہاب ثاقب" ہے یہ اپنے باب مین بےنظیر ہے۔ مولانائے مرحوم کو عمل بالحدیث مین خاص شغف تھا اور مقلدین مذہب سے (جنکو تحقیق وتدقیق سے کوئی حصّہ نہین ملا تھا) طبعی نفرت تھی۔ چنانچہ اُنھون نے تقلید کے ذمائم ومفاسد کے متعلق بہت سے رسائل مطوّل ومختصر تالیف کیئے۔ خصوصاً یہ کتاب گویا اِس علم مین حکم فتاویٰ کا رکھتی ہے اور جامع مافی الباب ہے جس مین مختلف قسم کے حجج ودلائل کتاب وسنت کے شواہد مجتہدین وعلماء سلف کے اقوال متاخرین کی تحقیقات سب کچھ موجود ہے اور قابل دید ہے۔

مولانا عرشی کو نظم ونثر فارسی مین نجم الدولہ دبیر الملک نواب اسد اللہ خان غالب

دہلوی مرحوم کا شرف تلمذ حاصل تھا - چنانچہ اُردو کے ایک قصیدہ مین لکھتے ہین - ؎

مغلوب ہین سب اہلِ جہان میرے سخن سے　　　ہون زُلّہ رُبا غالب اعجاز رقم کا

کلام نظم و نثر عربی و فارسی و اُردو جو والاجاہ مرحوم نے بعد وفات اُن کے جمع و مرتب کیا وہ بطور یادگار باقی ہے - ہم اس جگہ اُن کے کلام مین سے مختصراً نقل کرتے ہین -

منظومات بزبان عرب

نسیم الصبا وافی سحیرا مطیبا　　　فقلت له اهلا وسهلا ومرحبا

کانک انفاس المسیح بعینها　　　فاحییت صبا لم ینل قط مطلبا

فدیتک یا نعم الصباحیر مقدم　　　فکل حمامٍ حین اقبلت رحبا

تحاکی لک الاغصان بالوجد رقصا　　　تضاهی لک الاطیار بالسجع مطربا

تنفخ فی الاشجار روحا تمیلها　　　فیالک ما ازهاک صنعا و اعجبا

اهل جئت من تلک الربی برسالة　　　فان الصبا نعم الرسول لمن صبا

دیگر

اما لقلبک نار العشق تلتهب　　　فما تری لما من عینیک ینسکب

بلی و لکن تلظی النار فی خلدی　　　فکل دمع الی الاضلاع ینجذب

دیگر

ان لسلمی لقد شط المزار بها　　　والدهر بین اخلاء الحمی ضرب

ينال مني عذول القوم مجتهدا   و انني من اهالي العشق منتخب

دیگر

الا يا نسيما كل قطر تعطر   لنعم شميما نفحة منك تنشر

فاهلا وسهلا لا تزال تريحنا   اتصحب انفاسا بها طاب ذاكر

دیگر

در مدح بعض علمائے دہلی

لسلمى ارانا الله مولاي دارها   عفا الرحمن ما رابنا ديارها

فان لها بدرا ليسمى جبينها   وان لها شمسا تسمى عذارها

اذا غطت الوجنات اقبل ليلها   واذ كشفت عنها راينا نهارها

هممت بثدييها فمرت فقلتها   فما خير نخل قد منعنا ثمارها

فقالت اما الاكل سوداء تمرة   تبسم عن در يصفن بحارها

دیگر

يا ذا المطي اتاني منه بالخبر   كما يجيء الصبا بالريح من زهر

اربع لسلمى يحاكي قلب صاحبها   لما يفيض عليه الدمع كالمطر

دیگر

طوبى له طاب حمدا ومدحا ومداحا   فان مداحه من سيد البشر

من قد علت في كرام الناس عزته   لحفظ عزة الاباء في السير

اعنی به السید العرشی سلمه | رب الوری عن شر و الجن والبشر
استوفر الحظ من علم و من عمل | من غیر وال و محمد و مر و منتصر
کفالتہ الله اغنت عن کفالتهم | فلم یقع لصغیر السن فی خطر
نهایة العز کانت فی بدایته | فجاء من صغره فی سیرة الکبر
وکم له من معان ما نطقت بها | من بین مستتر منها و مشتهر
هذه مناقب من مداحه انتشرت | فکیف حمد وحمد یا صاح فاعتبر
توال یا ایها العرشی وادع له | کم فی دعائک من خیر ومن اثر
لا زال بحر ایجا کی من فضائله | تلا لا البان بالاثمار والزهر

قصیدہ دیگر

الا یا نسیم الروض بلغ تحیتی | الی من حیاتی عنده و منیتی
لقد عمت البلوی لی الیوم فی النوی | وما طاب حالی من عموم البلیة
تجد لی الاحزان فی کل ساعة | وما فزت منها حیث جدت بلذة
تقول رجال للزمان تغیروا | وما فی بلیات النوی من تفاوت

قصیدہ دیگر

اغیم بدا من جانب النجد هامع | ام انهملت منک العیون الدوامع
و نار تلظت فی فوادک اشرقت | ام البرق فی قلب السحائب یلمع
امنهدم هذه القصور لبلیها | ام انشقت الاحجار ان کنت تجزع

اتنحب من كرب النوى وبلائه ام الرعد من فوق الغيوم لقعقع

قصیدۂ دیگر

اوفى لعهدك يا سلمى وافيني وان رعيت مواعيدى فراعيني

الست بنت كرام هم ذوو شرف طول سواعدهم شم العرانين

قصیدۂ دیگر

الا زاد من ذكر الحبيب توجعى لديه مقامات السرور مفازع

وحرك منى قلب صب متيم حمام غدا بى من كامن الوجد يسجع

عزمت بصدرى محمل عشق موثق فما زال تسقيه العيون المدامع

وقلبى غدا من بارق العشق والنوى كوعد حبيب لا يزال يضيع

وتزداد نار القلب فى كل ساعة بانفاسى اللاتى حكتها الصوامع

الا كيف لا ابكى لهجر حبيبتى لفرقتها تبكى الجبال الهوامع

وان يكن الحب الشديد نقيصة فمولائى صدر الدين بالفضل مولع

غلطت ولا عجب بل الفضل مولع ولكنه فى نعمته منه تجمع

له فى بواد النثر زهر فواتح له فى بحور الشعر درّ لوامع

وكم من شموس عاليات مضية رسائله العليا لهن مطالع

اذا زان صدر الاصفيا شخصه فخر ع وحوليه الكرام منابع

تحب علوم الحق رشف قلامه ولا غرو فى هذا اذا الرشف انفع

لعمرك لاعيب تلده ولا اذى — سوى انه حارت لديه المصاقع
وزدن بوزن الشعر بالضبط عادلا — جواهر ضاهتها الدرارى السواطع
عفاف ولا ثم رياء مقبح — وعلم ولا ثم جدال يشنع
عجبت لمن يبتغى بلوغ مقامه — اذ الملاء الاعلى لعلك يخضع
معانيه ابكار حسان سطوره — غدا اثرها السؤ التى تتضوع
يرى ان فضلا شاع منه طبيعة — وان الذى ممن سواه تطبع
وما سكن الخلق الجنان لانه — لمولاى عن تلك الفراديس قانع
تتابع اوصاف الكمالات ذاته — ولا شك فى ان الصفات توابع
لئن كان يا هذا فؤادك صخرة — فهجته شمس بها الصخر يلمع
سخاء وحلم واقتصاد وحكمة — وحزم وحكم من هدى وتورع
معانيه غارت ان يراهن غيره — اليست لها من ذى الطروس براقع
لنحرير مجد لا ينادى وليده — اليس له فضلا اعز وابدع
فيخبر نجر المولانا الذى لا يصده — عن الله هاد بينا حبيب مطوع
وليس له كفو سوى المجد فاضل — بل المجد مفضول ومولائى بارع
وما صد عن محض لعفاف لربه — بعيد لها بين الجنان مرابع
ملاذى واوستاذى وفخرى وعزتى — لنا منه جدات كل حين منافع
هو المرء لا تحصى لعقول كماله — وعدت له عند العقول مواضع

وما روضة غنّاء غنت طيورها | بلحن به طير الفراديس يسجع
ويضرب ما بين غصون نسيمها | غصونا من الاوراق فيها تنوع
وباناتها تهتز حتى كانها | غواني عهودا وتقتها تضيع
باحسن من نادية اذ كان اهله | يسبح تسبيحا الى العرش يرفع
وتفتح اسفار التفاسير بينه | فيحصل صوت تستطيب المسامع
ويطرب احزاب الملائك حوله | لما طاب على اليس منه تضيع
ابى الله الا ان يتم علومه | وما قد قضى الرحمن لابد واقع
الا كل شعر منه لاشك مقول | ينادي هلموا رحمة الله واسع
ايا ابن الكرام الاطيبين هداية | لانت لاعلام الهداية رافع
كانك معصوم عن الجهل كله | لديك عذارى العلم لا تتقنع
اما لاق بالاثبات عندك في الهوى | سوى ماله عند العقول موانع
كان مقاليد العلوم بكفه | يفتح منها ما يشاء وينفع
تولد افضال من ابني سميرة | لها في جوار القدس طابت مواقع
ومما تجلى في العقول ارتقائه | يزيد علوا كلما يتواضع
تضمن تاثير الكتاب حديثه | فكل بليغ عنده يتمتع
اذا رجعت يا صاح غولك ازمنة | فيا هيك عمن نحوه الكل يرجع
ومن لا يراجعه اذا عن مشكل | بحقي حنين لا محالة راجع

وقاه الہ الناس عن کل نقمۃ ترى المرء اذحامت حواليہ يخشع
وابقاه فينا نائلا کل نائل لاهليہ اعناق الخلايق خُضّع
الى ان يقم الله فينا نبيّنا عليہ سلام الله ما ان ساجع
واخر دعوانا ان الحمد کلہ لرب الورى والرب للحمد سامع

دیگر

لسلمۃ فى وادى العتيق مرابع تراها کامثال العقائق تلمع
وما لمعت من حيث عزت سلامها ولكن لما اجرتہ منى المدامع
کان بعينى ممطرا فهو واکف وفى وجهها برق فما زال يلمع
الا يا نسيم اکشف لثام عذارها فقد طال ما جارت على المقانع
ايا حسن شعر قد تغطى منہ ودها فديتك من ليل بہ البدر يلمع

ولہ من قصيدۃ طويلۃ جدا

يا من اذاب هواه القلب بالاسف رفق فقد الزم السعى فى تلفى
الروح فى قلق والجسم فى حرق والجفن فى ارق والعين فى ..رف
يا نسمۃ نفست لا زلت ناعمۃ قرت عيونك اصغى لحظتہ وقفى
يا هل تعود ليال بالحمى سلفت اضاءها بدر وجہ صين عن كلف
کيف السبيل الى سلمى وجارتها والجسم يوشك ان يفنى من القصف

دیگر

تذکرت ايام الصبا والليا ليا نعم فارق الشوق منك القوافيا

اذ العيش اشهى ما يكون من المنى　　والطيب لذات تسوء الاعاديا
اذ الربع ربع الحزن رجية اهل　　بعين كارام القفن المفسانيا
مخضرة الاطراف رواقة اللمى　　رقاق الثنايا بهكنات غوانيا
وجارت بخلف الوعد بعد وفائه　　وضنت بما يغرى الوشاة الاساعيا
كان لم يكن بين الحبيب وبيننا　　عهود ولم نرع العهود المواضيا
فانى تحاشى فى العهود بصاحبى　　وان لم يكن للعهد مضمر راعيا

دیگر

يعاقبنى بوس الزمان وخفضه　　واو بنى حرب الزمان وسلمه
وما المرء الا نهب يوم وليلة　　تلم به شهب الفناء و همه
يعلله برد الحياة يمسه　　ويغتره روح النسيم يشمه
الا ان خير الزاد ما سد فاقة　　وخير بلادى الذى لا اجمه
وان الطوى بالحر احسن يا فتى　　اذا كان من كسب لمن لا تطعمه
وانى لاثنى النفس عن كل لذة　　اذا ما ارتقى منها الى العرض وصمه
واعرض عن نيل الثريا اذا بدت　　وفى نيله سوء المقام وذمه

دیگر

رايت الزرايا الاتر ومروقودها　　سوى دار ناتثنى اليها زمامها
كان لم تجد فى عالم الصبر والرضا　　سوانا كريما ظل يرعى زمامها
فلتبه بها دمعا يقرعيونها　　ويطعمها لحا يقوت عظامها
ويوثر ثمه حبة القلب نقلة　　صغائرها يقرى بها وعظامها

دیگر

الایاجالسا فی کل ناوی ۔ ھداک اللہ ربی خیر ھادی
اتیت مجالس البدعات طرا ۔ الست بخائف یوم المعاد
ومامن محفل الاحداث الا ۔ وکنت حضرتہ بل انت بادی
تجاوزعن صراط مستقیم ۔ لغیبوالحدثات وانت ھادی
فویلک یوم یوخذ بالنواصی ۔ تشافہ خیرمن حضرالنوادی
لعلک لست تعرف بدعۃ ما ۔ لذا القیت فی ھذی السوادی
تعال تعال سلنی یاابن عمی ۔ وھانظما محیطا بالمراد
وماابتدعوہ فی الدین الحنیف ۔ من النقصان اومن ازدیاد
ولم یک رائجا بقرون خیر ۔ بلاانکاراھل الاجتھاد
فذلک بدعۃ شر ضلال ۔ فساد فی فساد فی فساد
فقم واترک رسوما احدثوھا ۔ وخف یوما اذا نادالمنادی
ومن یحدث بدین اللہ شیئا ۔ فذلک خاسر للہ عادی
واھمل محدثات الناس اھمل ۔ ودع مالیس فی الشرع المراد
والزم سنت المختار الزم ۔ وعادعقائد الاشرار عاد

الی قولہ

واسمی احمد الحسن الحسینی ۔ وجدی سیدی خیرالعباد

وصلی اللہ فیاض العطایا — علی من حل فی خیر البلاد
متی رقصت غصون البان طرا — وغنت الصبا والطیر شادی

کلام فارسی

ایکہ تا نام تو بر لب بر زبان انداختہ — گوہر مقصود در جیب دہان انداختہ
نو بہار شرم از فیض سحاب حمد تو — در ریاض طبع فرش ارغوان انداختہ
تا شبک رو جان نہ شوق تن پرستیہا کند — زاغ بر لحم و ہما بر استخوان انداختہ
آب و رنگ حسن را آوردہ بر روے بہار — سازو برگ عشق در جیب خزان انداختہ
غنچہ را گویا ہمی سازد بہ گلبانگ شکرفت — خار را در معرض عقد اللسان انداختہ
گل چہ گلبانگ ثنایش در تبسم می زند — بلبل از ذکرش چہ آتش در فغان انداختہ
در خط جادو نگاہان نزہت ریحان فگند — حیرت نرگس بچشم بیدلان انداختہ
آہ گردون سیر در نشو و نمائی سرو ریخت — در سرشت لالہ داغ شعلہ سان انداختہ
عقدہاے غنچہ بے امداد ناخن وا کنند — واز گہرہا عقدہ بر آب روان انداختہ
جذبۂ عشق ترا نازم کہ در یک دم زدن — عقل پس ماند و مرا در لامکان انداختہ
مژدہ عرشی را کہ بر عرشی تفوق دادۂ — کز دم جان بخش خود جان در بیان انداختہ

دیگر

بیا ساقی بگردش آر جام دور صہبائی — کہ می خواہم زنم سنگے بفرق چرخ مینائی
برون نارفتہ آہے کز دل تنگم ہمی خیزد — بیا موزد بہ تحت نار سایم بادپیمائی
دل دیوانۂ من پند بیدردان ہمی خواہد — تماشا کن کہ دارد شیشۂ ام پاسنگ گرانی

بیا عرشی به پیشم گر حریف همنفس خواهی / منم مدحت طراز آنکه بخشد تاج دارائی
همین فرمانروای کشور دلهای نورانی / ابوالقاسم محمد ابن عبد الله بطحائی
صبا گر از گل نقش پا او نکهت ربا گردد / پرد از روی گل چون هوش بلبل رنگ رعنائی
حدیثش گر اثر آموز آه عندلیب آمد / فغانش می‌کند در گوش گل ایجاد شنوائی
هر آنکو همچو یوسف بندهٔ فرمان برش گردد / عروس حجلهٔ مطلب کند با او زلیخائی
گدائی آستانش فیض خاص الخاص می‌خواهد / که نبود اهل همت را نظر بر خوان یغمائی
شگفتی نیست گر خیزد ز کانم جوهر اول / که با مهر نبوت نسبتی داریم آبائی
شها شرمندهٔ تقصیر عصیان بر در خویشم / که دور افتاده ام از درگهت با همچو شیدائی
نگاهی کن که از هندوستان خواهم بدر جستن / بدان نسان که از دل عاشق برون آید شکیبائی

ولہ

یارب چه کنم چو هر سر شمشیر زبان را / کز معرکه پرداخته دیدیم جهان را
عرشی صفت اندازه شناسی به بیان نیست / تا ساز کنم زمزمهٔ مرغ جنان را
هر موج بیانی که ز دریای دلم خاست / تا ساحل لب آمده برتافت عنان را
خون گشته ام اما لب من ناله سرا نیست / چون لاله بدل سوختم آهنگ فغان را
تا چند شراری بدل و سینه توان داشت / یارب مددی دیدهٔ خونابه فشان را
از منطقهٔ چرخ ستم پیشه توان یافت / کو از پی ایجاد ستم بسته میان را
چون شمع مرا روشنی طبع بلا شد / با سوختنم هست سری کون و مکان را
گنجینهٔ پنهان داشتنم خوش نماید / همت نه گزارد بلبم مهر دهان را

فریاد کہ این کور دلانم نگزارند — تا سرمہ کنم خاک در پیر مُغان را
این زمزمہا کز نَمِ طبع طرازم — گویند کہ روح القدس آموخت فلان را
تا لب ز دلم آنقدر انبوہ معانی ست — کز دل نتوانم بلب آورد بیان را
ہر نکتۂ باریک کہ در سینہ نہفتم — نشتر شد و در داد خراشی رگِ جان را
واسوختم از دانش و فرہنگِ الٰہی — می بخش بمن آنچہ تو دادی دگران را
گردون ہمہ آشوب بلا بر سر ما ریخت — زین بار پئے خلق زند طبل امان را
برنا[۱] کی خاطر من طبع گران ست — برگیر الٰہی ز من این بارِ گران را

ولہ

باز چاکے در گریبان می زنم — لیک چون غنچہ خندان می زنم
بس ستمگر در حرم چو فکرِ خویشتن — بر فراز عرش جولان می زنم
چون لب زخم دلِ صد چاک خود — خندہا بر دردِ پنہان می زنم
سنگ و آتش را نمی دارم بزرگ — طعنہ بر گبر و مسلمان می زنم
چشم بے مژگان نہ باشد خوشنما + — بر سرِ تیغا لہ پیکان می زنم
بر دلِ دیوانہ سوزم داغ عشق — سکّہ بر اقلیم ایمان می زنم
پاے کِلکم راہ معنے می ردم — دست جود م موج احسان می زنم

[۱] یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ یہ شعر جو ایک محض شاعرانہ خیال تھا محوی مرحوم کے حق میں لفظ بلفظ مطابق واقعہ ثابت ہوا انھون نے عین حالت شباب میں وفات پائی جسکی مفصل کیفیت آگے آتی ہے ۱۲

ملک فقر اور نگ تا بو تم خوش است | پشت پا بر تخت خاقان می زنم

ولہ

صبحدم چاک گریبان می زنم | بر چراغ مهر دامان می زنم
آه من گوید در بزم نشاط | خنده بر سرو چراغان می زنم
اشک گلگون چون همی آید بچشم | فال گلگشت گلستان می زنم
چون بدست آورده ام مینائے عشق | ساغر گردون گردان می زنم
یاد مژگان دلاویزش چه کرد | نشتر غم را به شریان می زنم
بید مجنون نخل ماتم می شود | ناله چون در سایه آن می زنم
تا نه بینم روئے آن خورشید وش | چون سحر چاک گریبان می زنم
می روم بر باد در اقلیم عشق | پا بر اورنگ سلیمان می زنم
بحر موّاجم دم تحقیق علم | از معانی جوش طوفان می زنم
می طرازم نغمهٔ هر دو زبان | گه حجاز و گه صفاهان می زنم
از صریر خامهٔ طرّار خود | نعرهٔ شیر نیستان می زنم
مرحبا پیر مغان حلقهٔ مستان دارد | ولہ بزم از جوش قدح رشک گلستان دارد
دوست دارم شررے را که بجانم افتاد | کین بہا نیست که رخسارهٔ جانان دارد
گرنه دلها همه وابسته گیسوئے تو اند | این دو صد عقده چرا کاکل پیچان دارد
فکر ایام طرب لازم روشن رای است | غنچه در موسم گل سر بگریبان دارد

عشرتِ صاف دلان ہمدمِ عبرت باشد　　گل شکر خندہ بصد زخشم تمایان دارد
مشتری ہم نشین چرخ و زحل بر ہفتم　　طالعِ اہل کمال این ہمہ نقصان دارد
نغمۂ بلبل جنت ز ندا کنون عرشی　　کہ سرِ منقبتِ قدوۂ پاکان دارد

ولہ

اے پُر گہر ز نام تو درج دہانِ ما　　وصفِ خوشِ تو جوہرِ تیغِ زبانِ ما
ممدوحِ ما شدی و نیا فزود شانِ تو　　مداح تو شدیم و بیا فزود شانِ ما
ما را بدست راست دہد نامۂ عمل　　وصفت نوشت خامۂ رنگین بیانِ ما

ولہ

چون باد صبا از درِ گلزار بر آید　　دانم کہ ز کوئے تو بمن نامہ بر آید
حرفیکہ ازان لعل شکر خا بدر آری　　غسلے زدہ از چشمۂ کوثر بدر آید
اے گریہ تو بر آتشِ من زن دمِ آبی　　تا کے نفس از سینۂ ما چون شرر آید
موسے نتوانست بہ نظارہ در آورد　　آن جلوہ کہ ما را ز رخت در نظر آید

ولہ

سرشم بزیر فلک آہ شعلہ زن تاچند　　برنگِ شمع بفانوس سوختن تاچند
بیار بادہ کہ آتش زنم بہ کعبہ و دیر　　دماغ وسوسۂ شیخ و برہمن تاچند
بیا کہ طرح جنون دگر بیندازیم　　قدم بہ پیروی قیس و کوہکن تاچند
ز خویشتن بدر آ ہمچو بوئے گل عرشی　　برنگِ بلبلِ شوریدہ در چمن تاچند

ولہ

مژدہ اے دل کہ دگر سلسلہ از پا افتاد ... کار دیوانگیم باز بصحرا افتاد
نوبتِ دردِ دلم چون بہ مداوا آمد ... آخر از بام فلک طشت مسیحا افتاد
دلِ دیوانۂ من طاقتِ زنجیر نداشت ... کار با سلسلۂ زلف چلیپا افتاد

ولہ

پیش ازین کین گنبدِ چرخ مدور ساختند ... حسن را فرمانروائے ہفت کشور ساختند
ہر شرارے کز دلِ پرشورِ من سر بر کشید ... قدسیان بر آسمان بردند اختر ساختند
عرصۂ دل کم نبود از وسعتِ کون و مکان ... داغ را ہم مطلعِ خورشید محشر ساختند

ولہ

لب بستگی است عقدۂ کارِ تباہ ما ... دشمن دلی است اخترِ بختِ سیاہ ما
زاہد ترا برحمتِ حق اعتماد نیست ... زان بر تو ناگوار تر آید گناہ ما

ولہ

دل برده و در سینۂ من سوخته داغے ... افروخته بر مشهدِ پروانه چراغے
از زلف تو کار من دیوانه بر آید ... کز مار توان برد بہ گنجینه سراغے
بلبل بہ قفس از غمِ گلشن بفغان است ... در گوشۂ عزلت نتوان یافت فراغے

ولہ

منتی از خمِ تیغ تو بسر داشته ایم ... که گهِ قتل مرا طرزِ نیاز آموزد

ولہ

کشتۂ چشمِ فسون سازِ ترا ... کرد لعلت بہ مسیحا گستاخ

دل ازان بت نظرے می خواہد — شیشۂ ماست بکار ا گستاخ
چشمک شوخیٔ دشنام تو کرد — بوسہ ہا با لب گویا گستاخ

ولہ

یارب چہ داشت آن گل رعنا در آستین — کز رشک می خزد ید بیضا در آستین
بر داشتم ز کون و مکان دست خویشتن — دارم حریف شیوۂ عنقا در آستین

ولہ

نازم بحسن سرمۂ دنبالہ دار تو — دود از نہاد نرگس شہلا بر آورد
زلف تو ہمچو سلسلہ مینا لدا ز دلم — مجنون فغان ز خیمۂ لیلا بر آورد

ولہ

گرمیٔ عشق سوخت حاصل ما — آتشین شیشہ ایست یا دل ما
نتواند کشید تیغ نظر — چہ قدر نازک است قاتل ما

ولہ

اگرچہ غنچہ نمی بود بے زبان نرگس — بوصف چشم تو می گشت داستان نرگس
ز بیدلان نرود حسرت نظارۂ تو — ہمی دمد مگر از خاک عاشقان نرگس
نصیب دیدہ وران از تو سرخروی نیست — کہ زرد رو بود از جور آسمان نرگس
بجلوۂ گل رویت کہ لامکان سیر است — نمودہ معنیٔ ما زاغ را عیان نرگس
ز چشم خوب تو تا درس عشوہ می خواند — طلب نمودہ ز سوسن یکے زبان نرگس

ولہ

گریہ داد است صفائی بخراخانۂ ما | سیل جاروب کشے ہست بویرانۂ ما

ولہ

آتشے زد گرمیِ ہنگامہ ام رختِ مرا | دودِ آہِ من سیاہ کرد اخترِ بختِ مرا

ولہ

در راہِ اتحاد نہ بدمی رویم ما | تو می روی زما وز خود می رویم ما

ولہ

چو عاشق می شود معشوق کار از چارہ می افتد | گریبان چاکیِ گل را شبا شد بخیہ گر پید

ولہ

آبلے نزند گریۂ من آتشِ دل را | فریاد کہ جانم ہمہ این چشم ترم سوخت
دردا کہ بسر منزلِ جانان نرسیدیم | سرگرمیِ شوق این ہمہ در رہگذرم سوخت
عرشی چہ بلا سحر درافسانہ دمیدی | آہنگ سخن سنجی تو بے شررم سوخت

ولہ

یارب آرامشِ دل را زکجا می آرم | اندرین دشت کہ بانگِ جرسے می آید
وای بیرحمیِ صیاد جفاکار کہ گفت | وہ چہ خوش نالہ ز کنجِ قفسے می آید
عرشی امروز کہ پیمانہ بکف می آئی | ہیچ نیمے بدلت از کسے می آید

چشمِ تو با ما سخنِ عشق سراید | ولہ | از ضعف مگر طاقتِ گفتار ندارد

ولہ

چون مشتری برفعت کیوان نبوده ام — عرشی زپا فگنده سهم السعادتم

ولہ

ای باد صبا از تو من آشفته دماغم — از سلسلهٔ زلف پریشان که بودی

ولہ

نرگس دمیده است ز خاک مزار من — ای سرو نونهال ببین انتظار من

از لطمهای باد صبا گل نمی شود — سوزد اگر بود چراغ مزار من

ولہ

گر اضطراب ندارم ز آرمیدن نیست — شهید عشق ترا فرصت تپیدن نیست

ولہ

خندهٔ شیرین ادایان شکر خوان شماست — شور لبهای بتان هم از نمکدان شماست

دیگر از قصائد

از گریهٔ ریائی تو تر دامنی فزود — الحق ز زهد خشک تو زاهد زیان رسید

زاهد برنگ باده بزاهد نمی دهند — آن فیض خاص را که به پیر مغان رسید

مژگان بچشم من رگ ابر بهار شد — تا کی گل مراد درین بوستان رسید

شب نامده داشت خضر و عمر ابد رسید — تو معتقد که خضر چنین در چنان رسید

ولہ

خوانده ام در علم حسن از عشق درس صد کتاب — کرده ام یک مصرع آن سرو بالا انتخاب

بیت ابروے تو آمد مطلعِ دیوانِ حسن گرچه خوش باشد کتابِ حسن را هر فصل و باب

قصیده دیگر

بچین ز باغِ فلک خوشه ثریا را بطاسِ مهر بده شوخ ماه سیما را
فدای شیوهٔ عرشی که از کلیدِ زبان کشود قفلِ دلِ شاعرانِ گویا را
هنرورا به ثنای تو لب کشود کسی که هیچگه نه ستوده است اهلِ دنیا را
تراست همچو من آن معدنِ هنر مداح که هست همچو تو ممدوح اهلِ تقوی را
منم که غلغلِ وصفِ صریرِ خامهٔ من به هفت قلعهٔ مینا فگند غوغا را
منم که کوکبِ تابانِ من بعلمِ نجوم ز خاکدانِ کهن برد لوءِ سیمارا
منم که گر بفلک درد هند همتِ من ز در نخود ندهد راه باد پیما را
منم که همتِ والایِ من بگنجِ جهان به نیم جو نخرد قبه‌های علیا را
منم که خامه بدستم زبان زند بصریر خجالت است ز اعجازِ من مسیحا را
منم که جانِ سخن میدهم به هر بیجان خرامِ خامه گواهی بس است بینا را
منم که تا نیِ کلکم تراشه خوش نزد فلک ربود مسیح و زمین نکیسا را
سبو شکسته دوات و قلم علم انداخت سپر فگند ورق حرف ماند بابا را

وله

دلِ فگارِ من و شورشِ شباب درو چه شیشه‌ایست که بشکسته و شراب درو
خرابِ خالِ لبِ او سخن طراز اند چه نقطه ایست که محو است صد کتاب درو

ولہ

دندان اگر بہ لختِ کبابِ جگر زدی ہر لذتے کہ ہست بعالم چشیدہ گیر

اے بادِ نو بہار خدارا ز بوئے یار جانے دگر بقالبِ بیجان دمیدہ گیر

عرشیؔ غزل سرائیِ رندانہ تا بکے رو قصد نعت میکن و راہ قصیدہ گیر

قصیدہ دیگر

دلم دریائے بے پایان معانی درو در خیالش بیا نم موجۂ دریا و جوش وجد طوفانش

جگر سوزی است لازم صاحبانِ طبعِ روشن را کہ باشد لالہ با داغِ جگر از بدو عنوانش

تمنا دارم از لطفِ تو یا رب ناتوانی را کہ باشد نسبتے با نرگس دلجوئے جانانش

درین گلزار اکنون خامہ گلگشتِ دگر دارد کہ مدح مصطفٰے باشد کنون فصل بہارانش

شہنشاہے کہ دربانانِ قصر او بصد منت فلک را داده اندازِ سجودِ طرفِ ایوانش

آخر قصیدہ

تعالی اللہ این گلشن چہ باغِ دلکشا دارد کہ در گلزار آمد نغمۂ مرغ سحر خوانش

ندائے ہاتف غیب از صریرِ خامہ می شنوم کہ این فردوس معنی باشد و عرشی است رضوانش

کلام اُردو

مجھے خوشی ہی ترے عشوہ ہائے بیہم کی رہے نہ کوئی ستم عذر امتحان کیلئے

ولہ

شعلۂ عشق وہ ہے جس سے زمانہ جلجائے یوں تو پتھر کے بھی سینہ میں شرر ہوتا ہے

ولہ

جولان کہان یہ کیجیے گر لامکان نہو — ہمت کسے دکھایئے گر آسمان نہو

لے وضعِ احتیاط یہ فصلِ بہار ہے — گلبانگِ شوق زمزمہ سنجِ فغان نہو

اِتنی ہی آرزو ہے ہمین تجھسے اے فلک — یہ اُنکی اک نہین بھی نہوئے جوہان نہو

حاضر ہون آج مجمعِ دیوانِ عام مین — پھر کچھ کسی کو حوصلۂ امتحان نہو

ولہ

کیا اک بات مین جامہ سے باہر — شبِ وصل اُس نے جب مجھسے حیا کی

خود آرائی نہ چھوڑینگے یہ کافر — خدائی یونتو برحق ہے خدا کی

ولہ

سُنتا ہی نہین کوئی مرے دردِ نہان کو — قلقل نہین کہتا کبھی مینا مرے آگے

ولہ

سحر جو مین نے کہا ہو قصورِ شب کا معاف — تو ہنسکے بولے کہ چل دور ہو ہوا سو ہوا

غزل ناتمام

اب تو ہم شایستۂ آغوشِ دلبر ہوگئے — ناتوانی مین جو گل کھائے مشجر ہوگئے

جب سے ہم وابستۂ زلفِ معنبر ہوگئے — آہ کے شعلے شرارِ عودِ مجمر ہوگئے

عشق سے چمکا ستارہ مہر بتِ بے مہر کا — آتشِ خورشید سے یہ سنگ جوہر ہوگئے

غش ہوے پوشاک پر اُس غیرتِ یوسف کی ہم — دیکھکر خورشید پر شبنم کو ششدر ہوگئے

عرض کی مین نے جو وہ اصلاح بنانے لگے　　اب رقیب روسیہ حجام اکثر ہو گئے
دل کو آئینہ بنایا ہے ہمنے عشق یار سے　　ہم بھی لبِ شایانِ رنگِ سکندر ہو گئے

قطعہ

اے صدر نشینِ کرم منت و احسان　　اے زیب دہ مسندِ انعام و عطا یا
جسطرح نہین فہم معانی مین ترا مثل　　میرا بھی نہین طرز سخن مین کوئی ہمتا
گر مملکت فہم ترا تختِ نگین ہے　　اقلیم سخن مین ہے مرے نام کا سکا
گر زینتِ ابکارِ معانی ہے ترا نطق　　میرا بھی غبارِ روشِ کلک ہے سرما
گر قدر شناسی ہے تری فطرت کا جوہر　　ہے نادرہ سنجی مری صورت کا ہیولا
گر کام تری فکر کا ہے عقدہ کشائی　　ہے کام مری طبع کا اعجازِ مسیحا
گر نجم سعادت ہے ترے نور کا پرتو　　ہے نیرِ اعظم مرے جوہر کا نمونا
گر شور ترے فیض کا ہے کون و مکان مین　　آوازہ ہے عالم مین مرے نطق و رقم کا
گر فیض رسانی ہے تری طبع کو لازم　　ہے شکر گذاری مری طینت کا تقاضا
ہے گردۂ خورشید تری بزم کا ساغر　　ہے جوہرِ اول مرے خاتم کا نگینا
ہے منشاء صد بذل تری ہمتِ عالی　　ہے مبدأ صد بذلہ مری فکرتِ والا
ہے نکتہ نوازی تری تقریر سے توام　　ہے نکتہ طرازی مری تحریر سے پیدا
دانش تری تقلیدِ فراست سے عبارت　　دقت مرے مضمون خیالی کا مسمی
جب تک کہ نہ دیکھا تھا ترے بیتِ شفا کو　　مین قائلِ اعجازِ مسیحا نہ ہوا تھا

گر رائے تری ضامنِ انصاف نہوتی — کھلتا نہ کسی پر حق و باطل کا معمّا
ہے رحم تری خوبیِ فطرت کا مقلّد — ہے لطف کو دلسے تری نیت کا ارادا
از بہرِ کشادِ گرہِ کارِ دو عالم — کافی ہے تری جنبشِ ابرو کا اشارا
با اینہمہ خمخانۂ الطاف سے تیرے — افسوس کہ میرا نہ بھرے جامِ تمنّا
کس طرح نہ مین نالۂ جانسوز نکالون — دشوار ہے اس آتشِ سوزان کا چھپانا
کب تک سرِ ایذا دہیِ چرخ نہ کھولون — گر ضبط کرون ضبط بھی کرنے نہین دیتا
اک عمر سے ہے درپئے تکلیف رسانی — مدّت سے یہ پھرتا ہے مرے خون کا پیاسا
اک قطرۂ سودا ہے مری آنکھ کی پتلی — افسردگیِ پنجۂ غم سے ہے یہ نقشا
دریا مین اگر ہو مرے اشکون کی حرارت — پیدا ہو حبابون کی طرح موج سے شعلا
نیسان مرے مانند اگر گرم ٹپکا ہو — ہو جائے گہر سینہ کے اندر کا پھپھولا
اس درجہ مین اب فکر و تردد مین گھلا ہون — اک نقطۂ وہمی ہے مرا جسم سراپا
ہر شکل سے تخصیصِ مطالب ہے نظر کی — لیکن کبھی حاصل نہوا کوئی نتیجا
از بہرِ تفنن جو کبھی شکلِ عروسی — کھینچون ہون تو بنجائے ہے اندوہ کا پتلا
رحمت کو کرون نقطۂ فرضی بھی اگر فرض — اور اسکے لیے اک خطِ وہمی کرون پیدا
تو بھی نہ ملے اُس کو جگہ سطح مین لکھے — یہ دائرۂ غم کا ہے اب نہ لیا جاتا
بالجملہ کہ اب حد سے زیادہ مری تکلیف — ہوئے نہ تری فرطِ عنایت کو گوارا
بہتر نہیں تصریحِ پریشانیِ خاطر — کہتے ہین کہ تصریح سے ابلغ ہے کنایا

کر ختم سخن عرشی دلخستہ دعا پر — ہے جملہ مطالب کے لیے انسب و اولی

جب تک کہ ہے رنگین سخنی طبع رواں سے — جب تک کہ ہے ابر بہاری چمن آرا

جب تک ہو سخن سنج کو قدر دُر معنی — جب تک دُر معنی کی ہے قدر معلا

عاشق کو ہے جب تک ہوس کوچۂ دلبر — بلبل کو ہے جب تک کہ گلستاں سے علاقا

آزاد رہے سرو کے مانند خزاں سے — تیرے چمن عیش کا ہر گلبن رعنا

سیراب رہیں ابر کرم سے ترے احباب — جلتے رہیں برق غضب و قہر سے اعدا

مولانا عرشی مرحوم نے اپنے زمانۂ حیات میں دو تین بار حج بیت اللہ اور زیارت مدینۂ طیبہ کا تہیہ کیا لیکن اُن کی والدۂ ماجدہ یہ کہکر اُن کو روکتی رہیں کہ انشاء اللہ تعالی ہم سب مل کر ساتھ چلینگے تھوڑے روز ٹھہر جاؤ تاکہ ذرا فتنۂ غدر کے اثرات بد سے امن ہو جائے اور اس اثنا میں سامان سفر بھی درست کر لیا جائے۔ چنانچہ کچھ زمانہ تک وہ منتظر رہے مگر سوء اتفاق سے جب کوئی صورت سب کی روانگی کی نہ بن پڑی اور زیارت حرمین کے ذوق و شوق کے استیلا نے اُنکے دل میں زیادہ شورش پیدا کی تو وہ بارادۂ حج ۱۲۶۷ھ ہجری میں قنوج سے بسم اللہ کہکر چل کھڑے ہوئے۔

درین دریاے بے پایان درین طوفان شور افزا — دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسا لہا

منزل بمنزل براہ اندور بڑودہ میں پہونچے یہاں مولانا غلام حسین قنوجی مقیم بڑودہ کے مکان پر بغرض رفع تکان قیام کیا راستہ ہی میں خارش وغیرہ کی شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ مگر یہاں پہونچکر بحسن اتفاق سے دفعتہً مبتلاے تپ اسہالی ہو کر ۱۷ جمادی الاولی

۱۲۷۶ھ (۱۸۶۰ء) روز جمعہ کو انتقال کیا۔

مولانا غلام حسین نے اس حادثۂ جانکاہ کی اطلاع والاجاہ مرحوم کو بذریعۂ خط کے دی اُسوقت والاجاہ مرحوم بھوپال میں تھے مولانا کے خط کی عبارت یہ ہے۔

"آنمرحوم ومغفور رحمہم اللہ تعالےٰ بست و پنجم شعبان ۱۲۷۶ھ بسواری عجلہ کہ از مقام اندور کرایہ کردہ بودند در مقام بڑودہ نزد فقیر رسیدند موجب کمال مسرت وسرور شدہ بود چہ از مدت سی ۳۲ و دو سال کہ در ملک گجرات ہمچنان عزیزی از قنوج نزدم نرسیدہ بود و بدریافت کمالات اوشان کہ درین مدت قلیل حاصل کردہ بودند نہایت محظوظ بودم لیکن اوشان بسبب عارضۂ خارش وغیرہ مکدر بودند درین اثنا در ماہ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ روزے تپ بشدت آمد و درین روزہا در بڑودہ کثرت تپ باکثر مردم بود بعد یک دو روز معالجہ شروع کردہ شد و حکیم سید احمد کہ یکے از شاگردان حکیم سید ہاشم علی خان صاحب بودند و از آن مرحوم کمال موانست می داشتند معالج شدند یک ہفتہ علاج اوشان شد و یک مسہل ہم شد لیکن از تقدیر الٰہی ہیچ فائدہ مرتب نشد بندہ را نہایت اضطرار شد آخر مولوی عماد الحسن صاحب موہانی کہ از قرابت صفی پور از میر بہار حسین قرابت قریبہ دارند و ہم از حکیم ہاشم علی خان صاحب قرابت قریبہ دارند باعث شدند کہ اوشان را بمکان حکیم صاحب برند بخیال اینکہ در شہر بڑودہ از حکیم صاحب موصوف طبیبے دیگر کامل تر نیست لہذا این مشورہ انسب تر دانستہ بمکان حکیم صاحب بردند و بندہ ہم اکثر اوقات خبرگیران بود غرضکہ دہ دوازدہ روز آنجا بودند

وحکیم صاحب بسیار متوجہ بودند کہ فرق آن متصور نباشد لیکن ہیچ فائدہ نشد ع
از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت

آخر بعد مایوسی از دوا اوشان را بمکان خود آوردم و بتاریخ نہم جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳[illegible]ھ روز جمعہ بعد از نماز جمعہ کہ بر بالین اوشان رسیدم و بندہ مولوی مراد اللہ صاحب کہ خلف الصدق مولوی نعمت اللہ صاحب لکھنوی اند اوشان را در حالت احتضار یافتیم مولوی مراد اللہ صاحب و بندہ اوشان را راست کردیم و بذکر کلمہ مشغول شدیم زیادہ از یک پاؤ روز باقی بود کہ برحمت حق پیوستند انا للہ وانا الیہ راجعون ؛

ملالی کہ ازین واقعہ جانکاہ بحالم رسیدہ است از تحریر و تقریر آن عاجز و قاصرم او سبحانہ آن برادر و والدہ قدسیہ اوشان را صبر عطا فرماید زیادہ درین باب نوشتن فضول است از دو سہ روز قبل روز وفات ہر چند از وشان اشارۃً و کنایۃً گفتہ شد کہ چیزے بفرمائید کہ بوالدہ صاحبہ و برادر صاحب شما بنویسیم ہیچ نہ فرمودند روز پنجشنبہ ہر چند گفتہ شد کہ چیزے بفرمائید بجز سکوت جواب ندادند و گاہے غافل می شدند اما غفلت چندان نبود روز جمعہ علی الصباح کہ بر بالین شان رسیدم دیدہ آواز دادند و شناختند ہر چند گفتم کہ چیزے بگوئید ہیچ جواب ندادند غرضکہ بعد تجہیز و تکفین بطریق مسنون نماز جنازہ خواندہ در تکیہ مائزیہ کہ در آنجا مزار سید یحییٰ ترمذی کہ یکے از خلفاء مخدوم اخی جمشید راجگیری اند و قبور اکثر مردم علاقہ نواب صاحب بڑودہ در آنجا است و متصل قبر شاہ عالم خان مرحوم قریب یکپاس شب گذشتہ مدفون شدند۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ رحمۃ واسعۃ والسلام خیر الختام الحمد للہ اولا و آخرا انتہی

والا جاہ مرحوم لکھتے ہین کہ مولوی عماد الحسن نے لکھنؤ مین مجھسے بیان کیا کہ قریب وفات جب انکو غفلت سے افاقہ ہوتا اور مین باتین کرنے لگتا تو وہ کہتے کہ خاموش رہو یہ وقت اللہ اللہ کرنے کا ہے چنانچہ اسی کلمہ طیبہ پر انکا خاتمہ ہو گیا۔

اس حادثہ جانکاہ کا جو صدمہ والا جاہ مرحوم کے دل پر گذرا وہ لفظون مین ادا ہونا مشکل ہے چنانچہ وہ خود لکھتے ہین۔

چون این کتابت از ترشح وہ نزدم بمقام بھوپال رسید صدمۂ عظیم بر دل و جان شد و زندگی چند روزہ وبال خاطر ناشاد گردید ؎

گر نقضا بود کہ باہم بودیم		می رسد آن وقت کہ ما ہم رویم

ہر چند ہر نفس ذائقۃ موت است و شاہراہ اجل مسمی برائے عبور ہر ذی روح متعین لیکن مرگ اہل کمال خاصۃً برادر عینی کہ جزو بدن برادر باشد بالخصوص در عین شباب واقعۂ عظیم و حادثۂ جانکاہ است ؎

مسافرے نرسید از عدم کز و پرسم		کہ پیر چرخ کجا برد نوجوان مرا

آخر کار چون بہ تقدیر الٰہی ستیزہ نتوان کرد شاد و ناشاد بصبر گرائیدہ شد و تمسک بہ سنت سلف صالحین نمودہ آمد۔

مولانا عرشی مرحوم کی عمر تئیس برس سات مہینے اور بیس روز کی ہوئی شیخ ادیب حسن یمنی نے انکے مرثیہ مین یہ چند اشعار عربی مین لکھکر والد مرحوم کے پاس بھیجے ؎

خطب المرو فادح قد اوجعا … بمصاب ركن الدين يوم تصدعا
الزاهد الاوّاه مصباح الدجى … من للفضائل والتقى قد جمّعا
السيد المفضال احمد من سعى … لمكارم الاخلاق ثم توسعا
حسن الفعال الصادق القول الذي … اوصافه عظمت وجلت موقعا
بحر المعارف والعلوم اخا الندى … في دهره بنظيره لم يسمعا
حازم المكارم قبل شدّ ازاره … وغدا اماما قبل ان يترعرعا
وغدا بدر العلم قبل فطامه … وعلى على اقرانه وترفعا
افتى وصنف في العلوم ولم يخير … السبع والعشرين الا اربعا
وله نقاوة عارف متصرف … بالنحو والتعبير قد ملاء الوعا
ولكم مباحث في فنون جمة … لقواطع البرهان فيها قطعا
درست دروس العلم بعد وفاته … عصفت بها ريح جنوب زعزعا
وتعطلت اعلامها وربوعها … لما خلت منها وراح وودعا
قولوا لاهل الهند فليبكوا دما … من بعد ان يبكوا ويفنوا الادمعا
هو نجمها بل بدرها بل شمسها … حقا وظني مثله لم يطلعا
فالله يسقي تربة قد حلّها … بسحائب همتي ولا تتقشعا
دامت عليه من الاله مراحم … ما شن وبل او وميض لمعا
ثم الصلوة على النبي وآله … ما طائف بالبيت طاف ودوّعا

وعلی ائمۃ الکرام وصحبہ ما قام محتسب وما داع دعا
والتابعین وتابعیھم دائما ما افتر زھر فی الربا وتفوعا

ساتھ ہی اسکے ایک اور پُرسوز وگداز تعزیت نامہ لکھا جسکو ہم بجنسہ یہان نقل کرتے ہین:-

اصبر لکل مصیبۃ وتجلد واعلم بان المرء غیر مخلد
واصبر کما صبر الکرام فانھا نوب تنوب الیوم تکشف فی غد
واذا ذکرت مصیبۃ تشجی بھا فاذکر مصابک بالنبی محمد

وما جعلنا من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون السید الاجل الاکمل والھمام النسیب الامثل مولانا صدیق حسن کفاہ اللہ شر المحن اھدی الیہ سلاما کالنسیم لطفا وکالمسک عرفا ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علی الدوام والصلوۃ والسلام ما تغنی الحمام وما طاف الحجیج بالبیت الحرام صورت لمسنون التعزیۃ فیمن اختار اللہ لہ الانتقال من دار الفناء الی دار البقاء اخیکم الامام الامجد صفی الدین السید احمد رحمۃ اللہ تعالی رحمۃ الابرار واسکنہ جنات تجری من تحتھا الانھار واللہ اسئل وبہ الیہ اتوسل ان یجعل ما نقلہ الیہ خیرا مما نقلہ عنہ واللہ یعظم لکم الاجر ولیعصم قلوبکم علی ھذا المصاب بالصبر ولا یسع الا الرضا والتسلیم لما قضاہ السمیع العلیم انا للہ وانا الیہ راجعون

ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم عذرا الیك فانا لم تعلم
سیدی عند وصولنا الیکم وقد عرفنا التغیر فیکم فکنا نظن
انه اثر الحمام ولما اقتضانا الشیخ عبد الجبار اخبرنا بذالك وبین النا
حال المتوفی وماله من المصنفات فی العلم فتمثلت بقول بعض الاعیان ؎

وما کان قیس هلکه هلك واحد
ولکنه بنیان قوم تهدما

وما احراه بقول القائل ؎

فیا دافنیه بالثری ان دفنته
محل الثریا فادفنوه علی علم

واعلم یا اخی وفقنی الله وایاك ان هذه الدنیا دار ممر لادار
مقر ومنزل ترح لامنزل فرح ودار بلوی لادار سلوی ؎

طبعت علی کدر وانت تریدها
صفوا من الاکدار والاقدار
ومکلف الاشیاء ضد طباعها
متطلب فی الماء جذوة نار

فاوصی اخی ونفسی بتقوی الله والصبر علی القضا فان فیه رضا المولی
جل جلاله هذی وصلی الله علی سیدنا محمد وآله وصحبه وسلم

مولانا محمد عباس رفعت مرحوم نے مولانا عرشی مرحوم کی وفات مین حسب ذیل فارسی قطعہ لکھا ؎

عرشی عالی گہر احمد حسن　　در [illegible] مغفور باد
رخت بربست از جہان سوی بہشت　　زیر طوبی ہمنشین حور باد
گفت رفعت از پئے تاریخ او　　با امام المتقین محشور باد

تمام شد

تالیفات مؤلف مآثر صدیقی

[illegible]

مشہور رسالہ درۃ العباسیہ کا اردو سلیس عام فہم ترجمہ ہے سید محمد آفندی نے بحکم وزیر سررشتہ تعلیمات مصر تالیف کیا اور اس کو خدیو معظم عباس حلمی پاشا کے نام نامی پر معنون کیا اس [illegible] عقائد اسلام کی تعلیم سوال و جواب کے پیرایہ میں دیگئی ہے مصر اور ہندوستان کے مدارس مین داخل نصاب ہے کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ قیمت ۸ر

انتظام خانہ داری

خانہ داری [illegible] آمدن [illegible] مجلس [illegible] کفایت شعاری حسن سلوک میان بیوی سے تعلقات حقوق زوجیت بیجا رسوم وغیرہ وغیرہ ضروری مضامین بیان کئے گئے ہین قیمت ۳ر

اسلام اور [illegible]

یہ کتاب عنوانات ذیل پر مشتمل ہے ہندوستان مین [illegible] درہ کشائی سے متعلق لوگون کا خیال [illegible] ادارات اسلامی کے فوائد قانون قدرت [illegible] انکو بیجا غلطی کرنا انسان اور [illegible] تعلق [illegible] فوائد احکام قومی ترقیون [illegible]

[illegible]

اس کتاب مین تمام مہمات مسائل کو آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور مستند دلائل سے بڑی جامعیت کے ساتھ سوال و جواب کے پیرایہ مین اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بخوبی سمجھ لے اور اسکا دل مطمئن ہو جاوے یہی وہ کتاب ہے جو اس قرن کی انوکھی تصنیف کہی جاسکتی ہے جیسا کہ وکیل اخبار مطبوعہ ۱۰ سنہ ۱۹۱ء وغیرہ نے [illegible] ہے یہی وہ کتاب ہے جسمین یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ مذاہب موجودہ مین صرف مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو بالکل عقل و فطرت کے موافق ہے اور ہر طرح کی مادی اور روحانی ترقیون کا سرچشمہ ہے اسکا مطالعہ ہر شخص کے لئے خصوصاً گریجویٹ اور طلباے مدارس کے لئے نہایت ضروری ہے منشی رحمت اللہ صاحب رعد کے نامی پریس مین نہایت اہتمام سے پوری فنش کاغذ پر چھپی ہے قیمت غیر مجلد ۱۲ مجلد ۳ر

[illegible]

ضروری مسائل کی تعلیم طلباے مدارس کے لئے بیحد مفید ہے قیمت ار

المدنیة فی الاسلام

اس کتاب مین آیات قرآنی اور احادیث
صحیحہ سے ساز و سامان دنیا اور دنیاوی
ترقی کو تفصیل اور زبردست دلیلون
سے ثابت کیا گیا ہے اور تمام مسلمانون
کو اسلامی احکام سے سیدھا راستہ شخصی
اور قومی ترقی کا بتلا دیا گیا ہے [illegible]
[illegible]
جسکو اسلام کے سچے اور پاک [illegible]
کو اپنی آنکھون سے زندہ [illegible]

سیرۃ الاسلام

ہوا و [illegible] سچے [illegible]
سے آگاہ ہونا ہو وہ اس کتاب کو دیکھے
اس کتاب کے تمام مضامین ایسے
پُر درد اور پُر جوش [illegible] مین [illegible]
[illegible] ہین کہ پڑھکر
دل پر [illegible] اثر پیدا ہوتا ہے۔
قیمت ۶ر

اسرار حسن

مولانا محمد حسن صاحب جوہر بلگرامی متوطن
نیوتنی کی مشہور تالیف ہے جو نظم و نثر
فارسی کے بادشاہ تھے یہ وہ بیمثل کتاب
ہے کہ جس کے پڑھنے سے آدمی بلا محنت
ناظم و ناثر اور وقائع نگار فارسی
بن سکتا ہے قیمت ۸ر

خم حسن گل — فارسی کا مشہور دیوان قیمت ۴ر

نالۂ دل — اردو کا بیمثل دیوان قیمت ۴ر

نواب صفی الدولہ حسام الملک ابو نصر میر
علی حسن خان صاحب کا پر زور لکچر اپنے
عہدہ آنریری ڈائرکٹری سررشتہ تعلیمات
ریاست بھوپال کے زمانہ مین ایک خاص
تعلیمی جلسہ کے موقع پر دیا قیمت ۳ر
[illegible] کا فصیح و بلیغ لکچر جو
[illegible]
قیمت ۱ر

مآثر صدیقی یعنی

حصہ اول — اس حصہ مین ذکر نسب [illegible] تا آنحضرت صلعم بہ تفصیل ہے۔ قسم اول قسم دوم

حصہ دوم — ذکر اکتساب علوم و فنون بشرح اسما اساتذہ درج ہے۔ قسم اول قسم دوم

حصہ سوم — ملازمت ریاست بھوپال و اعزاز [illegible] خطاب نوابی و نظام مملکت و دیگر حالات ریاست پر مشتمل ہے قسم اول قسم دوم

حصہ چہارم — خدمات علوم دینیہ و تالیفات و تصنیفات پر مشتمل ہے۔ قسم اول قسم دوم

حصہ پنجم — ذکر اولاد و احفاد و احباب [illegible] ہے قسم اول قسم دوم

حصہ ششم — نقول اسناد منجانب گورنمنٹ و والیان ملک قسم اول قسم دوم

سید کلیم احمد ندوی منیجر شبلی بک ڈپو بھوپال ہاؤس نمبر ۷ لال باغ لکھنؤ